"تسطیرِ غزل" کا ایک ورق

وہ جو دل میں رہتے ہیں اُن کی یاد آتی ہے
بیقرار کرتی ہے اور کبھی ستاتی ہے

ہم تڑپتے رہتے ہیں وہ سنورتے رہتے ہیں
زیست نام ہی کی ہے نبض ڈوبی جاتی ہے

وصل و ہجر یکساں ہے فرق کچھ نہیں اِن میں
جیسے پھول کھلتا ہے برق کوند جاتی ہے

کاش وہ اِدھر دیکھیں حالِ دل میرا پوچھیں
بس اسی تمنا میں عمر بیت جاتی ہے

ان کو دیکھ کر جینا ان سے چھوٹ کر مرنا
زندگی کہاں اپنی سانس آتی جاتی ہے

چاپ پاؤں کی بن کر ان کا نقشِ پا ہو کر
میرے دل کی ہر دھڑکن تیز ہوتی جاتی ہے

اب وہی نمایاں ہیں اب وہی فروزاں ہیں
ہر لپٹ اندھیرے کی نور بنتی جاتی ہے

آپ حبیب ہی اپنا زندگی میں سب کچھ ہے
اس کی یاد آتی ہے اس پہ جان جاتی ہے

ہم نے زندگی ساری نذرِ دوست ہی کر دی
اس کی مستی ہی اب تو مجھ پہ چھائی جاتی ہے

(بہ یادِ حبیب)

تقدیسِ شعر

مُصنّفہ

حضرت مولانا صحوی شاہ رح

بارِ اوّل: ۲۴؍ ڈسمبر سنہ ۱۹۶۴ء

بارِ دوّم: بموقعۂ یومِ وصال حضرت صحوی شاہ علیہ الرحمہ

۱۸؍ جمادی الثانی سنہ ۱۴۱۶ھ م ۱۳؍ نومبر سنہ ۱۹۹۵ء

اخذ و ترتیب، مولانا غوثوی شاہ

ناشر: ادارۂ النور، حیدرآباد، ہند



۝ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

۝ شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادئ خیال میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ جو کہتے ہیں اس کو نہیں کرتے، مگر جو مومن صالح ہیں اُنہوں نے اپنے اشعار میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور اُنہوں نے اپنے ظلم کا بدلہ لے لیا، اور جنھوں نے ظلم کیا وہ جان لیں گے کہ ان کو کہاں لوٹنا ہے۔

سورۂ شعراء $\frac{19}{15}$

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

بعض شعر حکمت ہوتا ہے ——— (حدیث پاک بخاری)

لِاَنْ يَمْتَلِیَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِیَ شِعْرًا۔

اپنے بطن کو گندہ اشعار سے بھر لینے سے زیادہ بہتر ہے کہ پیٹ میں قئے بھر لی جائے۔ (مشکوٰۃ۔ بخاری۔ مسلم)

فہرست

۳۶) خودی کے پیکرِ رنگیں میں ہے خدائے جلیل ۳۷) آہ کس راہ سے آیا ہے یہ پروانۂ غم

۳۸) یہ تری دہلیز یہ میری جبیں کا نشاں ۳۹) تجلّی یار کی ہے اور میں ہوں۔

۴۰) ہجومِ ابتلا ہے اور میں ہوں ۴۱) ہم ہیں طواف میں تو کبھی ہیں نماز میں۔

۴۲) رونقیں کہاں اتنی مہر و ماہ و انجم میں۔ ۴۳) دل میں کسی کو راہ دیئے جا رہا ہوں میں

۴۴) تشریحِ حالِ زار کئے جا رہا ہوں میں ۴۵) فارغ دو جہاں ہوں میں اب کوئی آرزو نہیں۔

۴۶) مجھ کو بھی پلا دے کچھ ساقیٔ مستانہ ۴۷) دکھا دو جلوۂ عارض کو شمع کہتی ہے

۴۸) اُف یہ کیسی چوٹ لگی ہے زخم ہرا ہے کچا کچا۔

۴۹) مری زندگی کے دن بھی کچھ عجیب ہیں فسانہ ۵۰) عید آئی ہے مئے ہوش فزا دے ساقی

۵۱) یہ تیرے صدقہ میں ہے رحمتِ عالم اے ساقی ۵۲) پھر وہی ہم ہیں وہی شب ہے سہانی اچھا

۵۳) اسے عمرِ نوح حاصل ہو اگر تو کچھ نہیں ہے ۵۴) کبھی وہم تھا دوئی کا جو پتہ نہ تھا خودی کا

۵۵) تیرے در پہ بیٹھے ہیں دھونی رما کے ۵۶) جب بھی یاد آپ کا بے ساختہ نام آتا ہے

۵۷) یا ز اغیار سنگ آیا ہے ۵۸) عشق آلودۂ معصیت و جذبات نہیں۔

۵۹) میں زمیں پہ آسماں ہوں میں بلند آسماں سے ۶۰) جلوہ تمہارا صبحِ بہارِ حیات ہے

۶۱) زباں ساکت ہے چشم نم ہے یہی بس اپنی متاعِ غم ہے۔ ۶۲) لب پہ آہ غم دل میں اک سوزِ پیہم ہے

۶۳) اظہارِ محبت کچھ ہی سہی ایقانِ محبت عرفاں ہے ۶۴) نگاہِ مردِ مسلماں جلالِ یزداں ہے

۶۵) وہ برقِ حسن ادھر بھی گرائی جاتی ہے ۶۶) نازِ مشرب کو نیاز آگیں بنانا چاہیئے۔

۶۷) آپ اسی انداز سے تشریف لاتے جائیے۔ ۶۸) بہ زبانِ فارسی۔

۶۹) ثلاثی ۷۰) قصیدۂ عربیہ۔

پیش لفظ

از جناب مولوی شاہ عبدالرشید صاحب بی اے مددگار رجسٹرار عفی عنہ

○ پیش نظر کتاب "تقدیس شعر" حضرت مرشدی پیر غوثی شاہ اعلی اللہ مقامہٗ کے چشم و چراغ خلیفہ و جانشین مولانا صحوی شاہ صاحب سجادہ نشین سلسلہ غوثیہ کمالیہ کے تاثرات کی آئینہ دار ہے۔ جن کی عام علمی قابلیت، ادبی استعداد و وسعت فکر و فراست دینی اور صاف ستھرے ذوقِ شعری کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

حضرت مصنف کی شاعری کا ایک رُخ ان کی سجادگی سے قبل کا وہ دور ہے جو عام شاعرانہ مزاج اور نئی روشنی کے عین مطابق ہے، اور دوسرا رُخ اُن کی سجادگی کے بعد کی وہ شاعری ہے جو تمام تر حقائق و معارف اور تصوف کے غوامض و رموز سے بھری پڑی ہے اور اس طرح تصوف و شاعری کا ذوق و شوق حضرت مولانا شاہ غلام دستگیر صاحب رشیدؔ کے الفاظ میں گویا دونوں ایک ساتھ ملے ہیں اور ذوقِ شعر سلوک کے عروج کے ساتھ ساتھ "تقدیس" کی رفعتیں طے کر رہا ہے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ حق پسند حضرات کبھی اظہارِ حق سے نہیں چوکتے چنانچہ علامہ نیاز فتحپوری جیسی شخصیت نے اپنے مشہور ماہنامہ "نگار" لکھنؤ میں حضرت مصنف کی اس ابتدائی پیش کش پر جو سنہ ۱۹۴۲ء میں ادارہ ادب جدید کی طرف سے "عکسِ لطیف" کے نام سے ۱۶، ۱۷ سال کی عمر میں شائع ہوئی تھی، تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ "آدمی ذہین معلوم ہوتے ہیں اور

اُن میں شاعرانہ اہلیت بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔" اسی طرح الہ آباد کے ماہنامہ "شمعِ زندگی" نے بھی لکھ دیا کہ یہ نوخیز شاعر اقبالؔ، جگرؔ اور جوشؔ سے متاثر معلوم ہوتے ہیں اور اُن میں شاعری کے پورے پورے جراثیم موجود ہیں۔

"عکسِ لطیف" کے علاوہ مصنف کا بیشتر کلام وقتاً فوقتاً ہندوستان بھر کے مشہور اخباروں و رسائل میں شائع ہوتا رہا ہے۔

شاعری کے اسی ذوق و شوق کی وجہ سے حضرت مصنف کو ملک کے مشہور شعراء سے قریبی ربط پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت فانیؔ بدایونی حضرت سیمابؔ اکبرآبادی، حضرت جگرؔ مرادآبادی، اختر شیرانی، ساغر نظامی وغیرہ وغیرہ سے ملاقاتیں رہیں۔ حضرت سیمابؔ اکبرآبادی سے اُس وقت ملاقات ہوئی جب کہ مصنف ممدوح منشی، منشی فاضل، ادیب فاضل کے امتحانات کی کامیابی کے بعد انگریزی کے امتحانات کا سلسلہ شروع کرکے انٹرمیڈیٹ کا امتحان دینے کیلئے لاہور گئے ہوئے تھے اور واپسی میں محض شاعر موصوف سے ملاقات کے لئے آگرہ میں قیام کیا۔ اسی طرح حضرت جگرؔ مرادآبادی سے بھی جہاں اکثر ملاقاتیں رہیں جن میں ایک خصوصی ملاقات کا تذکرہ بھی انشاء اللہ کسی وقت ہوگا۔

حضرت مصنف کو علاوہ شاعری کے نثر نگاری میں بھی کافی ملکہ ہے اور تنقیدی انداز میں قلم برداشتہ مضمون لکھنے میں مہارت حاصل ہے چنانچہ نثر میں بھی کئی مضامین مختلف اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

تصانیف میں تشریحی ترجمۂ قرآن اور بدعتِ حسنہ کافی مقبول ہو گئے

اول الذکر کتاب پر تفسیر قرآن اور دوسری کتاب بھی ہندوستان میں صرف چھ مہینے کے اندر اندر ہی عام ہو گئی۔ حضرت عبدالماجد دریاآبادی نے اپنے ہفتہ وار "صدق جدید" لکھنؤ میں بہترین تبصرہ لکھا دوسری کتاب بدعت حسنہ بھی آئے دن جو مذہبی بے راہ روی عام ہو چکی ہے اور اس کے نتیجہ میں کوئی ایسی بات جب منظر عام پر آجاتی ہے تو حضرت مصنف ہر وقت اپنے بے لاگ اور اصلاحی بیان سے احقاق حق کے لئے سب سے پیش پیش نظر آتے ہیں چنانچہ مصنف کے ایسے بے شمار بیانات ہیں جو ہر موقعہ شائع ہوئے اور جنکی وجہ سے بعض متفکرین کو اپنی رائے بدلنی پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے اخبارات میں حضرت موصوف کے بیانات نمایاں طور پر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اپنے والد صاحب قبلہ کی زندگی تک حضرت مصنف ہفتہ وار جھلکیاں اور ہفتہ وار انقلاب اپنی ادارت میں نکالتے رہے اور پھر اپنے والد ماجد حضرت مرشدی کے وصال کے بعد ان کی یادگار میں ایک ہفتہ وار "النور" کے نام سے کئی سال تک جاری رکھا اور اس پرچے کے ذریعہ ابلاغ دین کا نمایاں کام انجام دیا۔ غرض بچپن ہی سے مذہبی علمی وادبی اور شاعرانہ ماحول ہاتھ آیا تھا غرض حضرت مصنف کو ۱۹۵۴ء میں حضرت مرشدی سے مصنف سجادگی وجانشینی عطا ہوئی اور پھر اسکے کچھ ہی دنوں بعد حضرت قبلہ ممدوح کا وصال ہو چکا تھا۔ اپنے والد ماجد کے سانحہ ارتحال پر مصنف نے ایک نظم بھی لکھی جو بہت ہی درد انگیز ہے۔ یوں تو مصنف نے اپنے ابتدائی دور میں بھی عارفانہ انداز میں کلام کیا ہے لیکن اب الحمدللہ رنگ سخن کے ساتھ ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت مصنف پر بھی وہی کیفیت طاری ہے۔ گویا حال وقال اب ایک ہی منزل پر گامزن ہو چکے ہیں۔ چنانچہ پیش نظر کتاب میں

اکثر مقامات میرے اس اظہارِ خیال پر مشاہد عدل ہیں۔ حیدرآباد کے ممتاز اُردو شعراء میں جہاں اول اول جامعہ عثمانیہ کے سپوتوں کی حیثیت سے میکش مرحوم، مخدوم محی الدین ڈاکٹر رشید وغیرہ نے اپنا نام چمکایا وہیں ان کے بعد والوں میں حیدرآباد میں دوسرے ممتاز شعراء کے ساتھ ساتھ حضرت مصنف کا اسمِ گرامی بھی بھلایا نہیں جاسکتا ہے کہ جنکی منفرد طبیعت اور فطری صلاحیت خواہ شاعری ہو کہ نثر نگاری، تجزیہ ہو کہ تقریر ہر مقام پر اپنا ایک مقام بناتی جارہی ہے۔ خدا کرے کہ حضرت مصنف اپنے دوسرے مجموعہ کلام سے ہم کو جلد از جلد نوازیں۔ فقط

عبدالرّشید

تعارف

از: جناب ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب رشید ایم اے، پی۔ایچ۔ڈی (عثمانیہ)
صدر شعبۂ فارسی۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، آندھرا پردیش۔

بحمد اللہ دلوں کو اسلام سے آراستہ کرنے کا کام جب دلوں سے باہر کی دنیا میں پھیلتا گیا تو فنون لطیفہ بھی مسلمان بنائے جانے لگے، شاعری پر بھی خدائی رنگ چڑھنے لگا اور وہ تصوف کی فضاء میں پیغمبرانہ خدمت کا جزو بن گئی۔ ع "شاعری جزویست از پیغمبری" اس صوفیانہ شاعری کے ساتھ گانا بھی مسلمان ہوا تو قوالی بن گیا۔ شعر اور سلوک کی ہم آہنگی کی روایات تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہی سے قائم ہونے لگیں۔ یہ تبرکات کی وادیوں سے گزر کر روز افزوں اشاعت پا رہی ہیں۔ اب یہ لوازم صوفیانہ تہذیب کے رنگ روپ میں شامل ہو گئے ہیں۔ حیدرآباد کے حلقۂ مشائخ میں بھی اسکی کئی روح پرور مثالیں ملتی ہیں پیر و مرشد کنز العرفان حضرت غوثی شاہ صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ نے داغ کے شعر نواز عہد میں آنکھیں کھولیں۔ ذوق تصوف نے فطری شاعرانہ جوہر پہ ع —

"بادہ گر خام شود پختہ کند شیشۂ ما" کا اثر کیا اور "طیبات غوثی" کا ظہور ہوا۔

فطرت سے مخدوم زادہ و سجادہ نشین جناب مولانا صحوی شاہ صاحب کو بھی تصوف کا ذوق اور شاعری کا شوق دونوں ایک ساتھ ملے ہیں۔ ذوق شعر اب سلوک کے عروج کے ساتھ ساتھ "تقدیس" کی رفعتیں طے کر رہا ہے — پہلا مجموعہ شائع ہو رہا ہے تنگ وقت میں، میں صرف اچٹتی سی نظر ڈال سکا۔ امید ہے کہ نقش ثانی، نقش اول کے مقابلے میں خوب سے خوب تر ہو جائے گا انشاء اللہ والعزیز ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

خاک بوس آستانہ غوثیہ

رشید

۷۸۶ ۹۲

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِنتساب

خاکم بہ دہن

میں زمیں پہ آسماں ہوں، میں بلند آسماں سے
کہ جو دی ہے سر کو نسبت ترے سنگِ آستاں سے

صوفی شاہ

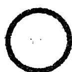
قدردانانِ شعر سے



ناقدریٔ سخن کو ہیں دو چیز بھی بہت
بے معنی "واہ واہ" و "خموشی" بہ وقتِ داد

صحوی شاہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ





(سورۃ الفاتحہ کا تشریحی ترجمہ)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ

تری حمد کیا ہو بھلا بیاں، ہے ہر اک میں وصف ترا نہاں
ہے ظہور تیرا ہر ایک میں، ہے ہر ایک شئے سے تو ہی عیاں

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ

یہ ہر ایک ذرّہ کیواسطے تو ازل سے تا بہ ابد ہے رب
تو ہی پالتا ہے ہر ایک کو یہ جہاں ہو یا کہ ہو وہ جہاں

اَلرَّحۡمٰنِ

تو ہی عالمین کا رب بھی ہے تو وجود بخش جہاں بھی ہے
ہے ہر اک پہ چشم کرم تری، ہے ہر اک پہ تو ہی مہرباں

الرَّحِیۡمِ ۙ

وہ جو بندے نیک ترے ہیں کچھ تو رحیم اُنکے ہی واسطے
ترا اُن پہ لطف ہی خاص ہے، تو خصوصی اُن پہ ہے مہرباں

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

تری مِلک ہے یہ ہر ایک شئے تُو روزِ حشر حساب گیر
ترے ہاتھ ہی میں سزا جزاء تو ہی مالک اور نگاہ باں

اِيَّاكَ نَعْبُدُ

یہ تمام اپنی عبادتیں تری ذات ہی کے لئے تو ہیں
ترے بندے سب ہی ازل سے ہیں کوئی خُرد ہو کہ ہو کلاں

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

یہ ہماری ساری ہی حاجتوں کے لئے بھی تیری ہی ذات ہے
تُو ہر اک کو دے وہ جو مانگ لے کہ کریم تو تُو ہی مستحاں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

وہی سیدھی راہ دکھا دے اب وہی راہ جس پہ چلے ہوئے
تری نعمتوں کو لئے ہوئے تھے گذر گئے وہ جو بیگماں

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

مگر ایسی رہ نہ ہو وہ کبھی جو تری نظر سے ہے گر گئی
ہیں جدھر ترے وہ غضب زدہ جو بھٹک کے ہو گئے گمرہاں

اٰمِيْن ۝

یہی تیرے عبدِ فقیر کی ہے بس التجائے حقیر بھی
کہ دعائے صحوی قبول ہو کہ ہے تو ہی مالکِ دوجہاں



حرفِ خلوص

(ترجمۂ سورۂ اخلاص)

کہہ دو کہ وہ اللہ فقط ہے اک ہی
اللہ ہی بے نیاز و بے حاجت بھی
جنتا ہے کسی کو نہ کوئی اُس کو جنا
اور اُس کا تو ہمسر بھی نہیں ہے کوئی

نغمۂ میلاد

شبِ ضلالت

تھی بزمِ عالمِ امکاں پہ چھائی تیرہ سامانی
جہانِ کفر میں روشن تھی شمعِ جہل و نادانی

چمن تھا، پھول تھے، کلیاں تھیں، جوئے آب تھی جاری
مگر بلبل کے نغمے تھے ابھی محرومِ ارزانی

جہاں تہذیب تھی ہنگامۂ رسمِ طرحداری
کہیں تھا قہرِ سلطانی کہیں وہمِ ہمہ دانی

جہاں لات، و منات، عزیٰ، ہبل مسجود تھے اُن کے
جہاں اُن کی ہر اک ذرّہ پر جھک جاتی تھی پیشانی

کمالِ جہل کیا کہیے کہ لڑ مرتے تھے باتوں پر
گناہ و فسق میں خود آپ ہی اپنے تھے یہ ثانی

یہ دُنیا جبر و استبداد کا گہوارہ تھی گویا
جہاں ظلم و ستم ہی تھا مآلِ کارِ انسانی

غرض چاروں طرف کفر و ضلالت کی تھی تاریکی
خدائی میں خدا کا نام تک لیتا نہ تھا کوئی

تقدیس شعر

صبحِ ولادت

معاً دنیا میں اک نورِ حقیقت آشنا چمکا ؛ ہلالِ عید بن کر آمنہ کے گھر اُتر آیا
وہ آیا جس کے آنے کی ضرورت تھی زمانے کو ؛ محبت معرفت ہی جس کی تھی تخلیق کا منشاء
بہارِ جانفزا دکھلا رہی تھی ہر کلی کھل کر ؛ مہک اُٹھا تھا گوشہ گوشہ اس دنیا کے گلشن کا
فرشتے خیر مقدم کے لئے دنیا میں آئے تھے ؛ کہیں حوروں نے مل کر اک انوکھا گیت گایا تھا
چھپا تھا خوف کے مارے کہیں شیطان ظلمت میں ؛ گرے تھے کنگرے کسریٰ کے کعبہ سر بسجدہ تھا
دن آئے تھے کمالِ بندگی کا لطف لینے کے ؛ بس اب اللہ کے آگے ہی جھک جانیکو تھی دنیا
وہی اب اُٹھنے والے تھے یہ نازو تمکنت لینے ؛ جھکے تھے سر جو غیر اللہ کے آگے بپئے سجدہ
محمد مصطفےٰ صلّ علیٰ دنیا میں کیا آئے ؛ اندھیر اکفر کا رخصت اُجالا ہی اُجالا تھا

خدا شیدا تھا جس پر ادا رعنائی جس پہ نازاں تھی
اُلوہیت کی محفل میں یہی شمع فروزاں تھی



تنویرِ رسالت

پیامِ زندگی بخشا اُسی کی روحِ تاباں نے
منوّر کر دیا دل کو پھر اس کے نورِ ایماں نے
مساوات و اُخوّت نے بڑھائے حوصلے دل کے
ایاز و غزنوی خوش ہو گئے دونوں گلے مل کے
جہالت کو بدل ڈالا گیا تعلیم و عرفاں سے
سیاست نے جِلا پائی اُسی تدبیرِ ایماں سے
عرب سے تا عجم اک ہی کلمہ کر دیا جاری
نیا کعبہ کیا بُت خانے کے ماحول سے پیدا
اُصولِ نو پہ قائم کی اساسِ زندگی اُس نے
کمالِ حِلم سے کر کے مقدس تر فضا پیدا

سیاست کو کیا مذہب کے تابع فیضِ قرآں سے
کیا احساس اعرابی میں رنگ ارتقاء پیدا
تمدن کو کیا آراستہ تہذیبِ ایماں سے
تدبر سے کیا دنیا و دیں میں واسطہ پیدا
یہی اس منزلِ قرآں کی بعثت کا منشا تھا
کہ جو آئینِ فطرت ہے وہی آئین ہو دنیا کا
غرض تسلیم کی خو نے بنائے حریت ڈالی
غلامی نے لیا دل کھول کر پھر درسِ آزادی
وہی عورت کہ جو مظلوم و بیکس تھی زمانے میں
حقوق اس کو بھی دلوائے گئے دنیا میں جینے کے
شکستہ حال والوں نے نویدِ زندگی پائی
ستاروں میں کشش اور چاند میں بھی دلکشی آئی
یہ سب کیا ہے فقط اک فیضِ ادنیٰ ہے رسالت کا
رسالت نے اسی باعث تو پایا نام رحمت کا
"وصل اللہ علیٰ نورِ کزو شد نورہا پیدا"
"زمیں از حبِّ اُو ساکن فلک در عشقِ او شیدا"

تقدیس شعر



سلام اے رحمتِ عقبیٰ سلام اے رحمتِ دنیا
سلام اے سرورِ عالم سلام اے قامتِ طوبیٰ
سلام اے شافعِ محشر سلام اے ساقیِ کوثر
سلام اے ہادیِ اُمّت سلام اے خضر کے رہبر
سلام اے احمدِ مرسل سلام اے سیّدِ اجمل
سلام اے نعمتِ عظمٰی سلام اے رحمتِ اکمل
سلام اے صاحبِ افسر سلام اے حضرتِ اطہر
سلام اے مظہرِ ہستی سلام اے احمدِ انور
سلام اے وجہ تکوینِ دو عالم رحمتِ عالم
سلام اے نورِ ذاتِ پاک وجہ خلقتِ عالم

گہے بر حالِ زارِ صحوی گریاں نظر بادا
گہے در کلبۂ احزانِ اُو ہم یک گذر بادا

مدینہ میں حضورؐ کی آمد

مدینہ کے آکاش پر چاند چمکا ؛ سلع کے پہاڑوں سے اک نور پھیلا
ہر اک منتظر جس کی آمد کا تھا ؛ گذشتہ صحائف میں تھا ذکر جس کا
فرشتے بھی جس کی قیادت میں پیچھے ؛ جلو میں ہزاروں نبی اور صحابہ
وہ اُمّی لقب وہ امین اور صادق ؛ وہ نبیوں، رسولوں کا ماویٰ و ملجا
زباں پر خوشی میں ہر اک کے یہی تھا ؛ وہ آیا وہ آیا پیمبر ہمارا
شہنشاہِ مکہ شہنشاہ بطحا ؛ مزاجِ مقدس لطیف اور سادہ
گلوئے مبارک کی زینت بنے ہیں ؛ دُرودوں کا گجرا سلاموں کا گہنا
وداع کی پہاڑوں سے دیکھو وہ دیکھو ؛ ہوا ہے طلوع چاند اک چودھویں کا
یہ فاران کی چوٹیاں کہہ رہی ہیں ؛ یہیں سے تو رحمت کا ہے ابر اُٹھا
فقیروں کا مامن غریبوں کا مسکن ؛ امیروں کا والی غلاموں کا آقا
اُسی کے تصدق میں دنیا بنی ہے ؛ ہدایت مجسّم وہ رحمت سراپا
محمدؐ اور احمدؐ سے مشہورِ عالم ؛ اُسے جس نے دیکھا مرادوں کو پایا

اسی سے تو ہے نسبت اپنی بھی صحویؔ
ازل کے غلام ہم ابد تک وہ آقا

سیرِ معراج

گردیں جسکی تھے افلاک وزمیں آجکی رات ٭ چمکا خود عرش پہ وہ ماہ مبیں آجکی رات

بن کے مہمان ہوا عرش نشیں آجکی رات ٭ اُم ہانی کے جو گھر میں تھا مکیں آجکی رات

مقتدی سب تھے نبی اور امام اپنا رسول ٭ سجدہ گہہ بن گئی اقصیٰ کی زمیں آجکی رات

آمد آمد ہی کی اک دھوم مچی تھی ہر جا ٭ وا تھا دروازۂ فردوسِ بریں آجکی رات

بخشی ہر ایک کو وہ مہرِ رسالت نے ضیا ٭ رشکِ ماہ تھی تاروں کی جبیں آجکی رات

ہو کے سِدرہ سے پرے اور پرے اور پرے ٭ پہنچے سرکارِ دوعالم بھی کہیں آجکی رات

قدم افلاک سے اونچے ہی ہوئے جاتے تھے ٭ ہو گیا عرش بھی خود زیرِ نگیں آجکی رات

حدِ پرواز سے آگے نہ بڑھا کوئی بھی ٭ رہ گئے راہ میں جبریلِ امیں آجکی رات

قابَ قوسین تھی معراج میں روداد وصال ٭ عبد و معبود میں تھا فرق نہیں آجکی رات

اپنی تقدیر پہ تقدیر کو بھی ناز تھا آج ٭ ہر گماں خود تھا مُبدّل بہ یقیں آجکی رات

دم بخود سب تھے کہ ہنگامۂ رنگیں کیا ہے ٭ رُک گئی وقت کی بھی سانس کہیں آجکی رات

نور ہی نور سے معمور تھی ہر شئے کھوئی
نور ہی نور تھے افلاک وزمیں آجکی رات



سلام بحضورِ خیر الانام

بشیراً نذیراً سلامٌ علیکم ؎ سراجاً منیراً سلامٌ علیکم
اندھیروں کو غفلت کے اک نور بخشا ؎ ڈرایا ہنسایا سلامٌ علیکم
ازل سے ہی اس در سے وابستگی ہے ؎ غلاموں کے آقا سلامٌ علیکم
بصیرت عطا کی گئی ہے تم ہی سے ؎ تجلّیٔ مولا سلامٌ علیکم
جسے تم نے چاہا اُسے حق نے چاہا ؎ اُدھر رحمت سراپا سلامٌ علیکم
تمہارے تبسّم کا پرتو یہ جنّت ؎ نگارِ مدینہ سلامٌ علیکم
گلستانِ عالم میں نکہت بھی تم سے ؎ بہارِ تمنّا سلامٌ علیکم
نگاہوں کا نور اور روحوں کی راحت ؎ دلوں کا دلارا سلامٌ علیکم
وہ تم ہی تھے سو شان سے آگئے جو ؎ نویدِ مسیحا سلامٌ علیکم
تمہارے ہی نقشِ قدم کی تجلّی ؎ یہ دنیا وہ عقبیٰ سلامٌ علیکم
اِن عارض پہ قربان ہوں چاند و سورج ؎ تم اُن کا اُجالا سلامٌ علیکم
تمہاری ہی زلفوں کی چھاؤں گھٹائیں ؎ وہ لب برق آسا سلامٌ علیکم
بس اب چوم لوں بڑھ کے دہلیز در کی ؎ یہی ہے تمنّا سلامٌ علیکم
حضوری میں سر سے چلا آئے صحوی ؎ اگر ہو بلاوا سلامٌ علیکم

عطائے ○ رسولؐ

مرے حوصلے کو نہ پوچھئے کہ مَیں مبتلائے رسولؐ ہوں
مرے دل کی ٹیس بھی کہہ رہی ہے مَیں ہی عطائے رسولؐ ہوں

مری ٹھوکروں کے پلے ہوئے یہ جہاں کے تاج و سریر ہیں
مجھے ناز ہے تو یہی ہے بس کہ مَیں خاکپائے رسولؐ ہوں

کوئی کر سکے گا برابری یہ مجال اُس کو نہیں کبھی
کہ مَیں خاکپائے رسولؐ ہوں بہ خدا فدائے رسولؐ ہوں

مرے غور و فکر کی وسعتوں کو سما سکے نہ کوئی جہاں
کہ مَیں مدح کارِ رسولؐ ہوں، مَیں غزل سرائے رسولؐ ہوں

کوئی خُلد ہو کہ بہشت ہو یہ زمین ہو کہ زمان ہو
ہے جہاں تمام مرے لئے مَیں فقط برائے رسولؐ ہوں

جسے ایک آنکھ نہ بھا سکے کوئی شاہ ہو کہ امیر ہو
وہی خستہ حال فقیر ہوں وہی بے نوائے رسولؐ ہوں

وہ چھپے ہیں جلوے نگاہ میں کوئی تابِ دید نہ لا سکے
مری مشتِ خاک بھی پاک ہے کہ مَیں خاکپائے رسولؐ ہوں

جسے فرشِ خاک بھی عرش ہے جسے پستیاں بھی فراز ہیں
درِ مصطفٰےؐ کی زمین پر وہ مَیں جبیں سائے رسولؐ ہوں

مَیں ہی صحوی شاہ اگرچہ ہوں پہ فقیر در بھی ازل سے ہوں
مَیں ہی خاک پائے رسولؐ ہوں مَیں ہی بے نوائے رسولؐ ہوں



نقشِ پا ایسا بھی سجدوں میں نہاں رکھتا ہوں میں ٭ آسماں ہوتا ہے اپنا سر جہاں رکھتا ہوں میں

بے نیازِ گردشِ دوراں ہیں روز و شب مرے ٭ اک زمیں ایسی اک ایسا آسماں رکھتا ہوں میں

دل تلاشِ منزلِ جاناں میں بڑھتا ہی رہا ٭ یعنی پیشانی میں سجدوں کا نشاں رکھتا ہوں میں

ہاں! مجھے خاک سر کوئے محمدؐ کی قسم ٭ آسماں جھکتا ہے ایسا آسماں رکھتا ہوں میں

سوزِ دل صحویؔ ہے یہ بھی عشقِ بطحا کے سبب ٭ آگ لگ جائے جہاں میں وہ فغاں رکھتا ہوں میں



تم رحمتِ حق تم جانِ جہاں اے صلِّ علیٰ سبحان اللہ

تم پہ ہوا فدا دل اور یہ جاں اے صلِّ علیٰ سبحان اللہ

تم نورِ مجسّم مظہرِ حق تم مرکزِ کل تم ختمِ رُسُل

تم تاجور و سرتاجِ جہاں اے صلِّ علیٰ سبحان اللہ

تم حامدِ حق محمودِ خدا تم شاہدِ حق مشہودِ خدا

مسجودِ ملک ہیں تم ہی نہاں اے صلِّ علیٰ سبحان اللہ

تم نورِ ہدیٰ تم نورِ خدا تم نور ہی نور از سر تا پا

تم نورِ زمیں تم نورِ زماں اے صلِّ علیٰ سبحان اللہ



سرکار مدینہ

اللہ نظر آئے وہ دربار مدینہ ٭ حاضر رہے یہ بندۂ سرکارِ مدینہ

ہاں! چمکے اُسی طرح سے بازارِ مدینہ ٭ پھرتے رہیں سرگشتہ خریدارِ مدینہ

ہر ذرّہ ہے ہر چیز ہے گلگشتِ تماشہ ٭ یوں جلوہ فگن ہیں در و دیوارِ مدینہ

دیوانگیٔ شوقِ سفر سب میں ہے یکساں ٭ اک میں ہی نہیں سب ہیں پرستارِ مدینہ

ہے سر میں نہاں اپنے بھی سودائے مدینہ ٭ آنکھیں ہیں تمنائیِ دیدارِ مدینہ

جیسے کوئی اُٹھ آتا ہو میخانہ سے پی کر ٭ وہ مست ہے یوں مست ہے سرشارِ مدینہ

اس خاک سے ہی ہو گی شفا درد جگر کی ٭ مدّت ہوئی عرصہ سے ہوں بیمارِ مدینہ

آنکھوں میں چھپا لاؤں گا خاشاکِ مدینہ ٭ میں دل میں چبھو لوں گا ہر اک خارِ مدینہ

جس آنکھ میں ہو حوصلۂ دید تو دیکھے ٭ آجائے نظر اس کو بھی گلزارِ مدینہ

کعبہ بھی طواف اپنا کیا کرتا ہے صحوی
دل جب سے ہے خلوت گہ سرکارِ مدینہ



ہے دل میں عشقِ محمدؐ کی روشنی ایسی
جدھر نظر کی حقائق نے آگہی بخشی

چمن کا سبزۂ نورستہ دلفریب ہوگیا
چھپی ہے عارضِ احمدؐ کی اس میں سبز خطی

چمک رہا ہے وہی بن کے چودھویں کا چاند
چھپا ہے سینۂ شب میں جو داغِ عشقِ نبیؐ

کہیں یہ عکسِ کفِ پائے مصطفےٰؐ تو نہیں
کہاں سے لائے بھلا مہر روشنی اتنی

مری طرف سے صبا یہ پیام کہہ دینا
جو پہنچے سوئے گلستانِ ارضِ مصطفویؐ

ابھی ملا نہیں ذوقِ سجودِ صحوی کو
چھپی ہے دل میں تمنائے آستاں بوسی



عاشقِ احمدؐ

میں عاشقِ احمدؐ ہوں مجنوں ہوں نہ سودائی ؛ یہ دولتِ بے پایاں تقدیر سے ہاتھ آئی

دل دردِ محبت سے بھرپور رہے یوں جیسے ؛ اک موج کے دبتے ہی اک اور اُبھر آئی

عالم وہ تصور کا یوں دل میں جمایا ہے ؛ جس سمت نظر ڈالی صورت وہ نظر آئی

وہ ہونگے جہاں ہوگی اک انجمن آرائی ؛ ہم ہونگے جہاں ہوگی تنہائی ہی تنہائی

کیا دل سے کوئی کھیلے جب جان پہ بن آئی ؛ کیا خوف ہو ذلت اور کیا غمِ رسوائی

وہ محفلِ انجم ہو یا چاند ہو یا سورج ؛ رُخسارِ محمدؐ سے ہر شئے نے ضیا پائی

اک نور کا عالم ہے جس سمت جدھر دیکھو ؛ تنویرِ محمدؐ سے ذرّوں نے جِلا پائی

دل ٹوٹ گیا اپنا جی چھوٹ گیا اپنا ؛ ہم ہیں غمِ جاناں ہے اور گوشۂ تنہائی

یہ حُبِّ محمدؐ سے گستاخی ہے اے صحوی
کیوں سینۂ سوزاں سے اک آہ نکل آئی

آستانۂ رسولؐ



ترے آستانۂ پاک کا کچھ عجیب جلوۂ عام ہے
کوئی دل سے سر بہ سجود ہے کوئی جاں سے محوِ قیام ہے

کبھی حق سے راز و نیاز ہے کبھی حوریں عرضِ نیاز میں
اُتر آرہے ہیں ملک فلک سے غرض درود و سلام ہے

جو ہے خانہ زادِ کرم ترا، وہی بندۂ ازلی ہوا
تری بارگہ بھی عجیب ہے وہی شاہ ہے جو غلام ہے

تری رحمتیں و شفقتیں ہیں حدودِ فکر سے ماوری
ترے گھر کا لطف بھی خاص ہے ترے در کا فیض بھی عام ہے

کہیں چھپ گیا ہے ایاز بھی جو لباسِ بندہ نواز میں
وہ تری ہی خلوتِ ناز ہے وہ تری ہی جلوتِ عام ہے

کوئی کر سکے گا بیان کیا جو ترا عروج و نزول ہے
کبھی عرش پر کبھی فرش پر ترے نقشِ پا کا خرام ہے

ترے زلف و رُخ کی کہاوتوں کی ہے شرح سورۂ والضحیٰ
کہ یہی وہ مصحف پاک ہے جو خدا کا خاص کلام ہے

جو نکل گیا اسی دُھن میں ہے کہ پہنچ کے در پہ ہی سانس لے
وہ مسافرِ رہِ شوق ہے اُسے صبح ہے نہ ہی شام ہے

درِ قلب باز ہے اس لئے کہ کبھی تو ہوگا گذر اِدھر
ترے راستے میں بچھی ہوئی مری آنکھ عرش مقام ہے

کبھی اس پہ چشمِ کرم تو ہو کبھی اس کے حال پہ رحم ہو
جسے صحوی کہتے ہیں لوگ سب وہ ترا ہی ادنیٰ غلام ہے



وہ فاتح ہے سب سے رسول اور نبی سے ٭ اسے سب نے چاہا ہے جان اور جی سے
بشیراً نذیراً سراجاً منیرا ٭ اُجالے میں لایا ڈرا کر ہنسی سے
محمدؐ محمدؐ محمدؐ محمدؐ ٭ ہر اک شئے میں رحمت اسی نام ہی سے
وہیں دم میں ہو جائے گی حق سے نصرت ٭ پکارے اُسے جو بھی بیچارگی سے
اسے کیا خبر کتنے پامال ہیں دل ٭ وہ ہے خوش خراماں بڑی سادگی سے
اِدھر بھی نظر ایک سرکار ہونا ٭ کہ اب ہم بھی بیزار ہیں زندگی سے
غلامِ غلامانِ آلِ نبیؐ کی ٭ گوارہ ہے صحویؔ یہ نسبت بھی جی سے



بہار جلوے دکھا رہی ہے فضا بھی نغمے لٹا رہی ہے
حضور ایسے میں آپ آئیں تو دل کا عالم بدل ہی جائے
ہزاروں سینے میں ہیں امنگیں جو صدقے ہونے تڑپ رہی ہیں
ذرا بھی جلوہ نظر پڑے تو یہ رُوح تن سے نکل ہی جائے
گھنی گھٹاؤں میں موجِ مئے کی طرح سے ہم لڑکھڑا رہے ہیں
پلا دو ایسی کہ عمر بھر کو قدم نہ بہکے سنبھل ہی جائے
تمہارے جلوؤں کی تابناکی سے سب ہی مسحور ہو رہے ہیں
تو پھر کہاں ضبط ہو ادھر بھی کہ دل ہے آخر مچل ہی جائے

تقدیسِ شعر

عجب نہیں عشق کا تقاضہ مرے ارادوں کو پختہ کر دے
ترے تصور کی شامِ رنگیں میں اپنی منزل بدل ہی جائے

ترے تبسم کی چاندنی میں ہر ایک ذرّہ چمک اُٹھا ہے
دمک رہا ہے ستارہ بن کر جو اشک آنکھوں سے ڈھل ہی جائے

جو آپ رحمت بنے ہوئے ہیں تو اس طرف بھی کرم نما ہوں
گھٹا بھی اُٹھے ہوا بھی بہکے تمام موسم بدل ہی جائے

نگہ کو حسرت دیکھنے کی تڑپ ہے سینے میں لوٹنے کی
دو گام چل کر ہی سامنے ہوں کہ دل کی حسرت نکل ہی جائے

سِسک رہی ہے تڑپ رہی ہے برائے طیبہ ڈھلک رہی ہے
اِک آرزو دل میں پل رہی ہے بس آرزو ہے نکل ہی جائے

جب آپ نکلے ہیں سیر ہی کو تو پھر خیالِ چمن بھی رکھیں
قدم سنبھالیں وگرنہ دیکھیں کلی ہے دل کی مسل ہی جائے

اب آپ صحوی یہ اُن سے کہہ دیں جو ساقیٔ میکدہ بنے ہیں
حیا میں شوخی تو پل رہی ہے شراب آنکھوں میں ڈھل ہی جائے

بحضورِ علیؓ

اے شہِ کل اولیاء اے سرو بُستانِ رسولؐ ☆ مطرحِ آیاتِ حکمت ظلِّ ایمانِ رسولؐ

اے علی مشکل کشا مولائے ہر دو کائنات ☆ صف درِ خیبر شکن اے بابِ فیضانِ رسول

خانہ کعبہ کو زینت تیری آمد سے ہوئی ☆ تجھ سے استحکام پایا قصر و ایوانِ رسول

قلبِ مومن میں تجھ ہی سے روشنی ایمان کی ☆ ہاں! تجھ ہی سے جلوۂ مہرِ درخشانِ رسول

ظلمتِ کفر و ضلالت میں تھا تُو نورِ ہدیٰ ☆ تجھ سے ہی روشن جہاں میں شمعِ عرفانِ رسول

آتشِ غیضِ رسالت کو سپر تھی تیری ذات ☆ تجھ پہ ہی ہر دم رہا لطفِ فراوانِ رسول

گلشنِ حسنین میں تجھ سے بہارِ تربیت ☆ تیرے ہاتھوں نے سجایا باغ و بستانِ رسول

کر کے وابستہ ترے دامن سے اپنی زندگی

ہو گیا صحوی بھی از ادنیٰ غلامانِ رسول



ہلالِ ماہِ محرم کو دیکھکر

رولے اب جی کھول کر اے چشمِ خونبابہ فشار ؛ لے سناتا ہوں تجھے اک داستانِ دلفگار
زندگی اُف زندگی ہے کتنے ہنگاموں کا نام ؛ کتنے آلام و مصائب کتنے افسانوں کا نام

. . . .

کیوں خوشی سے برسرِ پیکار ہے دردِ الم ؛ کیوں چھپی ہے ہر ہنسی کی گونج میں اک چشمِ نم
لاکھ ہنس بھی لیں تو ہلکا ہو نہیں سکتا یہ غم ؛ کیا گلوئے ابنِ حیدر تھا پئے تیغِ ستم
وہ حسینؑ ابنِ علیؑ سرلشکرِ صبر و رضا ؛ وہ امام اولیا وہ تاجدار اتقیا
خوگرِ تسلیم تھی جس کی حیاتِ طیبہ ؛ جس کا ہر کردار تھا وابستۂ صدق و صفا
حریت آموز تھی جس کی صدائے احتجاج ؛ ٹھوکروں میں جس کی پلتے تھے ہزاروں تخت و تاج
نور برسے اس کی قبرِ عافیت انجام پر ؛ جانِ صحوی صدقہ اس کی مرگِ بے ہنگام پر

عرفانِ غوثیت

بہ حضور سیدنا غوث الاعظم دستگیرؒ

مرے سجدہ ہائے نیاز کو ترا آستانہ ناز ہے
یہی اپنا کعبۂ شوق ہے یہ زمیں زمینِ حجاز ہے

ترے لطفِ بندہ نواز نے مجھے وہ مقام عطا کیا
کہ مری نگاہِ بسیط میں نہ نشیب ہے نہ فراز ہے

مجھے تجھ سے نسبتِ بندگی کا عجیب ذوق ہے سرمدی
تجھے دیکھنا، تجھے چاہنا ہی میری اپنی نماز ہے

تو امینِ سرِّ الٰہ ہے تو مکینِ ذاتِ الٰہ ہے
تجھے غوث کہتے ہیں اہلِ دل تو خدا کا رازِ ہی راز ہے

تری قطبیت تری غوثیت کا جو مرتبہ ہے وہ خاص ہے
یہ تری وہ منزلِ صدق ہے جہاں حق سے رازو نیاز ہے

تو انائے حق میں فنا ہوا تو بقا کا روپ نکھر گیا
کہ چھپا ہوا ترے آئینہ میں حقیقی آئینہ ساز ہے

اسی پاک در کے سوا کبھی کہیں صحوی سجدہ ہوا نہیں
مرا ذوق اتنا بلند ہے مجھے اپنے آپ پہ ناز ہے

منقبتِ حسینؑ

ماتمِ شبیر سے بخشائشِ عصیاں ہوئی ؛ یادِ اہلبیت ہی سرمایۂ ایماں ہوئی

وہ حسین ابنِ علیؑ وہ تاجدارِ اولیاء ؛ اُسکی نسبت ہی مری توقیر کا ساماں ہوئی

کیا کروں اُسکے مناقب اور مراتب کا بیاں ؛ زندگی جس کی سراپا آیتِ قرآں ہوئی

جس کے ہر کردار میں پنہاں اساسِ دین تھی ؛ یہ حقیقت بھی اسی کے قتل سے عریاں ہوئی

آہ کیونکر غم نہ ہو اس کے مصائب کا ہمیں ؛ مرگِ خوں آشام جسکی سرخیِ عنواں ہوئی

آیتِ تطہیر کی وہ ذات جو تفسیر تھی ؛ با حدیثِ مصطفیٰؐ دو جسم اور اک جاں ہوئی

کھیل جاتا تھا جو اکثر خنجر و تلوار سے ؛ پھلجھڑی اسکے لئے اک صورتِ ریحاں ہوئی

رن میں اُترا اسطرح وہ دستِ حق مردِ خدا ؛ ذوالفقارِ حیدری شمشیر تھی براں ہوئی

آرزوئے خاک بوسی کربلا کی راہ میں ؛ سینۂ صحرا میں اک عرصہ ہوا پنہاں ہوئی

دو شعر

نظامِ وحدتِ ملت فنا بہ کثرت ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ کی پھر اب ضرورت ہے

وہ شاہِ صبر و رضا وہ مجاہدِ اسلام
ہزار اُس پہ درود و ہزار اُس پہ سلام

نسبتِ حسینؑ

ماتمِ شبیر سے بخشائشِ عصیاں ہوئی ؎ یادِ اہلبیت ہی سرمایۂ ایماں ہوئی

وہ حسین ابنِ علیؑ وہ تاجدارِ اولیاء ؎ اُسکی نسبت ہی مری توقیر کا ساماں ہوئی

کیا کروں اُسکے مناقب اور مراتب کا بیاں ؎ زندگی جس کی سراپا آیتِ قرآں ہوئی

جس کے ہر کردار میں پنہاں اساسِ دین تھی ؎ یہ حقیقت بھی اسی کے قتل سے عریاں ہوئی

آہ کیونکر غم نہ ہو اس کے مصائب کا ہمیں ؎ مرگِ خوں آشام جسکی سرخیِ عنواں ہوئی

آیتِ تطہیر کی وہ ذات جو تفسیر تھی ؎ یا حدیثِ مصطفیٰ دو جسم اندر اک جاں ہوئی

کھیل جاتا تھا جو اکثر خنجر و تلوار سے ؎ پھلجھڑی اسکے لئے اک صورتِ پیکاں ہوئی

رن میں اُترا اسطرح وہ دستِ حق مردِ خدا ؎ ذوالفقارِ حیدری شمشیر تھی براں ہوئی

آرزوئے خاک بوسی کربلا کی راہ میں ؎ سینۂ محجوبی میں اک عرصہ ہوا پنہاں ہوئی

دو شعر

نظامِ وحدتِ ملت فنا بہ کثرت ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ کی پھر اب ضرورت ہے

وہ شاہِ صبر و رضا وہ مجاہدِ اسلام
ہزار اُس پہ درود و ہزار اُس پہ سلام

عرفانِ غوثیت

بہ حضور سیدنا غوث الاعظم دستگیرؒ

مرے سجدہ ہائے نیاز کو ترا آستانہ ناز ہے
یہی اپنا کعبۂ شوق ہے یہ زمیں زمینِ حجاز ہے

ترے لطفِ بندہ نواز نے مجھے وہ مقام عطا کیا
کہ مری نگاہِ بسیط میں نہ نشیب ہے نہ فراز ہے

مجھے تجھ سے نسبتِ بندگی کا عجیب ذوق ہے سرمدی
تجھے دیکھنا، تجھے چاہنا ہی میری اپنی نماز ہے

تو امینِ سرِّ الٰہ ہے تو مکینِ ذاتِ الٰہ ہے
تجھے غوث کہتے ہیں اہلِ دل تو خدا کا راز ہی راز ہے

تری قطبیت تری غوثیت کا جو مرتبہ ہے وہ خاص ہے
یہ تری وہ منزلِ صدق ہے جہاں حق سے راز و نیاز ہے

تو انائے حق میں فنا ہوا تو بقا کا روپ نکھر گیا
کہ چھپا ہوا ترے آئینہ میں حقیقی آئینہ ساز ہے

اسی پاک در کے سوا کبھی کہیں صحوی سجدہ ہوا نہیں
مرا ذوق اتنا بلند ہے مجھے اپنے آپ یہ ناز ہے

التماسِ حُب

(بحضور غوث الاعظمؓ)

تم ہی فردوسِ نکہت بار ہو اے غوثِ صمدانی
ہماری جنّتِ دیدار ہو اے غوثِ صمدانی

معینِ دین، محییّ الدین تم ہو
مری کشتی کے تم پتوار ہو اے غوثِ صمدانی

سبق دو مجھ کو ایسا استقامت کا شجاعت کا
یہ ابرو تیغِ جوہر دار ہو اے غوثِ صمدانی

خمیدہ ہوں جہاں سر عارفوں کے بھی عقیدت سے
تم ہی تو وہ بڑی سرکار ہو اے غوثِ صمدانی

جبیں سائی تمہارے در کی حاصل ہو عجب کیا ہے
نظر صحویؔ پہ گر اک بار ہو اے غوثِ صمدانی

○

(بہ حضور خواجہ معین الدین چشتیؒ)

پیرہندی سے

تم سید اولیا ہو خواجہ ∴ تم مرشد اصفیا ہو خواجہ

مشہود ہو شاہد خدا ہو ∴ تم عارفِ حق نما ہو خواجہ

ہاں! تم سے بہارِ معرفت ہے ∴ تم گلشنِ اتقا ہو خواجہ

صدیق، شہید اور صالح ∴ تم صاحبِ مرتبہ ہو خواجہ

تم خواجۂ خواجگانِ چشت ہو ∴ تم خضر کے رہنما ہو خواجہ

تم سے تھی نمائشِ حقیقت ∴ تم آئینہ خدا ہو خواجہ

ہاں! تم بھی وسیلہ اک ہمارا ∴ تم واسطۂ دعا ہو خواجہ

اسرارِ معارف و حقائق ∴ تم اُن کے گرہ کشا ہو خواجہ

ہر دل میں تمہاری سلطنت ہے ∴ تم خواجۂ دوسرا ہو خواجہ

خالی تو نہیں گیا ہے کوئی

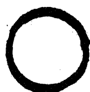
صحویؔ کو بھی کچھ عطا ہو خواجہ



گُل برگِ عقیدت

عرضِ نیاز سُن لو بندہ نواز خواجہ ؛ دل آفتاب کردو ذرّہ نواز خواجہ
آیا ہوں دور سے میں لایا ہوں طور سے بھی ؛ بیہوشئ خرد اور خوئے نیاز خواجہ
تجھ کو رہِ طریقت ہموار ہو چکی ہے ؛ کب ہے نشیب مجھ کو اور کب فراز خواجہ
یہ جو شکستگی سے پاتا ہوں جی ہی جی میں ؛ خاموش ہو گیا ہے اب دل کا ساز خواجہ
میں بندۂ کرم ہوں آلودۂ الم ہوں ؛ ہیں غمگسار بھی آپ اور چارہ ساز خواجہ
آئینِ بندگی میں ربطِ دل و نظر ہے ؛ یہ آپ کی عطا ہے اور دل نواز خواجہ
خلوت کدہ میں دل کے اب حق کی جلوہ گہ ہے ؛ آئینہ ساز ہو آپ آئینہ ساز خواجہ
گستاخ ہوں جو کہدوں اک حرف بھی زباں سے ؛ ہاں آپ ہی سمجھ لیں عرضِ نیاز خواجہ

سر در پہ جھک گیا ہے دل خاک ہو چکا ہے
صحوی کو کیجئے گا اب سرفراز خواجہ



عازمِ حج سے

مسافر چلا ہے خراماں خراماں ∴ سوئے ارضِ طیبہ گل افشاں گل افشاں
چھپا کیا ہے سینہ میں مقصد تو دیکھے ∴ کوئی اسکی رعنائی قد تو دیکھے
قیامت بھی ہے جس کی قامت پہ قرباں ∴ بہاریں بھی جس کی لطافت پہ قرباں
لئے جا رہا ہے مسافر یہ اپنا ∴ طوافِ مقدس کی دل میں تمنّا
بصد شوق ادائی عمرہ بھی ہوگی ∴ سعئِ صفا اور مروہ بھی ہوگی
مبارک کہ وہ وقت اب آرہا ہے ∴ ٹھہرنا ہی عرفات کا حج ہوا ہے
عبادت ریاضت کا رنگ لائیگی بھی ∴ سہانی شب اس رہ میں اک آئیگی بھی
تمثل لئے نفس سرکش کھڑا ہے ∴ مگر صورتِ سنگ شیطاں اڑا ہے
یہاں لعنتیں بھیجنی بھی تو ہوں گی ∴ اسے کنکریاں مارنی بھی تو ہوں گی
یہاں کر کے قربانی آگے بڑھیں گے ∴ روشِ پیر براہیم کی بھی چلیں گے
مدینہ کے رستے میں انگڑائیاں ہیں ∴ پھر اب دل میں لینے لگی چٹکیاں ہیں
جہاں پر بچھائے فرشتے ملیں گے ∴ مسافر کو ایسے بھی رستے ملیں گے
کوئی جان کو اپنی کھوتا ہی ہوگا ∴ کوئی دل سے قرباں ہوتا ہی ہوگا

قریب آئے گی جوں جوں راہِ مدینہ ؞ وہیں ڈولتا ہوگا دل کا سفینہ
پھڑکتا ہو جیسے پرندہ قفس میں ؞ نہ ہوگا اسطرح سے دل بھی بس میں
لو وہ آرہا ہے دیارِ مدینہ ؞ نظر آرہا ہے نگارِ مدینہ
ہزاروں درود اور سلام اس پہ یارب ؞ تری رحمتوں کا پیام اُس پہ یارب
کوئی شہرِ بطحا کا مینار دیکھے ؞ برستے ہوئے اس پہ انوار دیکھے
یہ مینار کیا ہے چراغِ ہدایت ؞ سراجاً منیرا بہ وجہِ رسالت
خدائے دو عالم کی رحمت ہے اسیر ؞ محمدؐ کی چشمِ عنایت ہے اسیر
یہیں گنبدِ پاک ہے جلوہ فرما ؞ اسی در کا حاجب ہے مینار گویا
اسی چاہِ کنعاں میں یوسف چھپا ہے ؞ وہ یوسف خریدار جس کا خدا ہے
اسی کے تبسّم سے وہ چاک داماں ؞ جو ہے مطلعِ فجر صبحِ پریشاں
زمانے کی ظلمت ہے کافور اس سے ؞ جہانِ ہدایت ہے معمور اس سے
حقیقت میں ہر شئے اسی سے فروزاں ؞ یہی مہرِ درخشاں یہی ماہِ تاباں
خزانِ ضلالت اسی سے گریزاں ؞ گلستانِ رحمت اسی سے بہاراں
مسافر مبارک ہو تجھ کو سفر یہ ؞ کہ صد رشکِ فردوس ہے رہگذر یہ
مگر کاش ہم سے کوئی پوچھ لیتا ؞ محبت کے دو حرف ہی بول دیتا
ستانے لگی ہے تمنائے دل اب ؞ نہ جانے مراد اپنی بر آئے گی کب

مچلنے تڑپنے کو جی چاہتا ہے ٭ بس اب اک خاک بننے کو جی چاہتا ہے
کہ شائد ہوا لے اُڑے گی وہیں تب ٭ مرادِ دلی پھر تو حاصل ہی ہے سب
کوئی تحفۂ خاص پاس اب نہیں ہے ٭ اگر ہے تو بس اک نوائے حزیں ہے
دھڑکتے ہوئے دل کی آواز لے جا ٭ خدارا یہ ٹوٹا ہوا ساز لے جا
درِ مصطفیٰؐ پر دو سجدے لٹا دے ٭ عقیدت سے بھرپور آنسو بہا دے
مسافر خدا ہی نگہبان تیرا ٭ بڑھے دین و ایمان و احسان تیرا
ترے واسطے اب دعا ہے یہ دل کی ٭ سلامت روی ہم سلامت بیائی



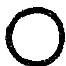
یہ تو اپنی عادت ہے انتظار کرنے کی
آپ کیا بھلا آتے آپ کو نہ آنا تھا

بجلیاں نہ برساتے یوں ہی مسکرا دیتے
مرکزِ نظر شائد میرا آشیانہ تھا

دل کے ظرف کو دیکھا دردِ جاوداں دیکر
امتحاں یہیں تک کیا اور آزمانا تھا

آپ میرے پہلو میں چاند اپنے ہالے میں
وہ بھی ایک منظر تھا، وہ بھی اک زمانہ تھا

نقشِ پا جہاں دیکھا سر وہیں جھکا صحویؔ
آگے اور کیا جاتے جب یہ آستانہ تھا



مستِ خرامِ ناز! ہاں باغ میں گل کھلائے جا
نرگسِ نیم باز کو مستِ نظر بنائے جا

بادہ نہیں، نہیں سہی جام نہیں نہ ہو مگر
اپنی نگاہِ مست سے مست مجھے بنائے جا

فکرِ غمِ فراق ہے دل میں اک اضطراب ہے
جاتا ہے جا مگر ذرا دل کو مرے منائے جا

نزع کے وقت آئے وہ جانِ بلب ذرا
تارِ نفس کو چھیڑ کے قصۂ غم سنائے جا

صحویؔ درد آشنا ضبطِ فغاں سے کام لے
بن کے جہاں سے بے غرض سارے جہاں پہ چھائے گا



سَنُرِیهِمْ اٰیٰتِنَا ۲۵/۱

وہ شب ہنگامہ زارِ رقصِ بسمل تھی جہاں میں تھا
ادائے رقصِ بسمل جذبِ قاتل تھی جہاں میں تھا

اُمڈ آیا تھا گویا اک سمندر وحدتِ حق کا
نئی ہر موجِ طوفاں جذبِ ساحل تھی جہاں میں تھا

یہ پیشِ حضرتِ واجب بھلا میں کون اور کیا ہوں
مری ہستی بھی گویا نقشِ باطل تھی جہاں میں تھا

بڑا دشوار ہے راہِ محبت میں قدم دھرنا
مجھے گامے بہ گامے دورِ منزل تھی جہاں میں تھا

نفس میں گرمیاں تھیں روح میں بے تابیاں صحو کی
مرے آفاق کی ہر چیز اک دل تھی جہاں میں تھا

رفعتِ تخیّل

کیا میں نہیں کہ باعثِ کون و مکاں نہ تھا
جب میں نہ تھا زمیں نہ تھی آسماں نہ تھا

آنکھوں ہی آنکھوں میں ان سے کہے جا رہا تھا میں
میری خموشیوں کا کوئی ترجماں نہ تھا

کیا تیرے آستانہ کی رفعت کا ذکر ہو
میری جبیں وہاں تھی جہاں آسماں نہ تھا

کب ہم اُٹھے کہ حشر نہ اُٹھا ہو ساتھ ساتھ
کب ہم چلے کہ زیرِ قدم آسماں نہ تھا

ایسے فنا ہوئے کہ ہم اب وہ ہی وہ ہوئے
یوں رہ گئے کہ نام کو بھی اک نشاں نہ تھا

صحویٰ کچھ ایسی رفعتِ تخیّل مل گئی
یہ بھی خبر نہیں کہ کہاں تھا کہاں نہ تھا



وفی انفسکم

گرچہ ہر ذرّہ میں بے پردہ عیاں ہی دیکھا ؛ جلوۂ یار کو اپنے میں نہاں ہی دیکھا

حدِ ادراک سے مافوق سہی اُن کا وجود ؛ جلوہ اُن کا بہ حدِ کون و مکاں ہی دیکھا

کششِ عشق سلامت کہ بہ اندازِ طلب ؛ اپنی جانب انہیں میں نے نگراں ہی دیکھا

شوقِ نظارۂ محبوب نہ پوچھ اے ہمدم ؛ اپنا ہر جذبۂ دیرینہ جواں ہی دیکھا

ڈر ہے آئے نہ کہیں خاطرِ عاطر پہ شکن ؛ ہر تقاضائے نظر اُن پہ گراں ہی دیکھا

رہِ توحید میں جو بت نظر آیا توڑا ؛ پھر بھی اپنے کو مگر سنگِ گراں ہی دیکھا

دعوئے ترکِ خودی ہو ہی گیا پھر باطل ؛ وہمِ ہستی کو اگر خود میں نہاں ہی دیکھا

غمِ مہجوریٔ جاناں کی قسم ہے صحوی
دل سے اُٹھتا ہوا اک میں نے دھواں ہی دیکھا



يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا ۲۷/۲

دو چار جام یار کو دکھلا کے پی گیا
اس چشمِ مستِ ناز کی شرما کے پی گیا

کئی جام پی لیئے نہ رہا اس کا کچھ خیال
کیفِ شراب دیکھ کے للچا کے پی گیا

ساقی کا اذن بھی نہ لیا فرطِ شوق میں
ساغر شرابِ ناب کا تھرّا کے پی گیا

میری مجال کیا تھی مگر ہاں بقدرِ ظرف
جتنی پلائی یار نے شرما کے پی گیا

آیا جو زلفِ یار کا منظر نگاہ میں
کالی گھٹائیں دیکھ کے للچا کے پی گیا

صحوی کسی کی مست نگاہوں کا ہے اثر
دنیائے بے ثبات جو ٹھکرا کے پی گیا

افتادِ طبیعت

شراروں میں کھیلا گلوں سے اُلجھ کر ⁂ رقیبوں کو چاہا حسینوں میں رہ کر
طبیعت کی اُفتاد نازک کچھ ایسی ⁂ کبھی اِن سے اُلفت کبھی اُن سے ٹکر
ترے ہر تبسم کی مدّت ہی اتنی ⁂ ابھی برق رہ جائے جیسے چمک کر
مقدس مری زندگی کا مقصد ⁂ یہ اخلاص نیّت عبادت سمجھ کر
تری یاد میں سانس جب چھوڑتا ہوں ⁂ خلا بھی منور فضاء بھی معطّر
سرورِ دو عالم مجھے مل گیا ہے ⁂ تجھے جب سے پایا ہے اپنے کو کھو کر
بدل سی گئی ہے مرے دل کی دنیا ⁂ قدم آپ نے جب سے رکھا ہے ہنس کر
نہ ہی لغزشِ پا نہ مستی نظر میں ⁂ مگر پھر بھی عالم ہے اپنا بدل کر

کہاں اب وہ صحوی تصوف کی باتیں
زمانہ ہوا ہم کو خود سے گزر کر



سِرِّ خودی

خودی کے پیکرِ رنگیں میں ہے خدائے جلیل
زمانہ ساتھ اگر دے تو اس کی کر تحصیل

خرد نے تجھ کو عطا کی ہے رہگذارِ انا
کر اپنے سینے میں روشن تو عشق کی قندیل

عجیب طرزِ تجلّی ہے اس کی ہر شئے میں
چھپا ہوا ہے نہ بے پردہ ہے وہ روئے جمیل

ترا شعور جو بیدار ہو تو دیکھ! کہ ہے
ترے صنم کدۂ ذات میں بھی ایک خلیل

بہ فیضِ پیرِ مغاں نکتہ یہ کھلا صحوی
کہ اک انا ہی سے کل کائنات کی تفصیل

لذّتِ کشمکش

آہ کس راہ سے آیا ہے یہ پروانۂ غم
کس نے بھیجے ہیں مرے واسطے پیکانِ ستم

چہرۂ حُسن پہ کچھ عشق کے آثار بھی ہیں
اشک بھر آئے ہیں یوں پھول پہ جیسے شبنم

ہر نفس درد کی مجروح صدائیں کے مرا
روز و شب دے ہی دیا کرتا ہے پیغامِ الم

لذتِ کشمکش قلب و نظر کچھ ہی سہی
درد بڑھ جاتا ہے ہو جاتی ہے جب چشم کرم

یوں ہوئی جاتی ہے تکمیلِ محبت صحویؔ
آہ لب پر ہے خلش دل میں ہے آنکھیں پُرنم

سرّ کلیمی

تیری ہی دہلیز پہ میری جبیں کا نشاں
نقشِ کفِ پا ترا سجدہ گہِ عاشقاں

محملِ دل میں مرے لیلیٔ اِنّی انا
نغمۂ اللہ ھو گر دِرہ کارواں

جنبشِ مژگاں سے ہیں قلب و جگر چاک کیوں
فصلِ بہاراں کہاں چاک گریباں کہاں

مقصد و ماویٰ ہے تو مامن و ملجا ہے تو
تو ہی بتا اب تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں

دستِ شفقت بڑھا مجھکو بھنور سے نکال
غرقِ معاصی ہوں میں بحر بھی ہے بیکراں

میری خطائیں نہ پوچھ اپنی عطاؤں کو دیکھ
دیکھ کہ تیرے لئے ہے یہ زمین و زماں

تیری نگاہوں سے آج دیں یہ یقیں نے لیا
موت ہے میرے لئے زندگی جاوداں

فیضِ نظر سے ترے غیب میں ایقان ہے
حسنِ کرم سے ترے دور رہیں وہم و گماں

نذتِ سوزِ جگر مل گئی صحوی کو وہ
سرِّ کلیمی نہیں طالبِ شرح و بیاں

شغلِ ○ آنا

تجلّی یار کی ہے اور مستیں ہوں ⁂ تسلّی یار کی ہے اور میں ہوں
منوّر ہے مرا ہر گوشۂ دل ⁂ جھلک دلدار کی ہے اور میں ہوں
تمہارے سامنے ہستی کا دعویٰ ⁂ بحث بے کار کی ہے اور میں ہوں
اگرچہ بارہا دیکھا ہے پھر بھی ⁂ ہوس دیدار کی ہے اور میں ہوں
یہ ذرّہ آفتاب اب ہو رہا ہے ⁂ نظر سرکار کی ہے اور میں ہوں
جلے ہیں داغِ دل سینہ میں تھوڑی ⁂ مہک گلزار کی ہے اور میں ہوں



ہجومِ ابتلا ہے اور میں ہوں ⁂ مدد کو بس خدا ہے اور میں ہوں
وفورِ التجا ہے اور میں ہوں ⁂ زباں وقفِ دعا ہے اور میں ہوں
مری کشتی بھنور میں آ پھنسی ہے ⁂ خدا ہی ناخدا ہے اور میں ہوں

ذوقِ بندگی

ہم ہیں طواف میں تو کبھی ہیں نماز میں ٭ آنکھیں بھی فرش راہ ہیں دل بھی حجاز میں

پاتا ہوں اپنے آپ ہی میں ذوق بندگی ٭ کعبہ چھپا لیا ہے جبینِ نیاز میں

پہنچی ہے آسماں پہ ترے آستاں کی بات ٭ سر رکھ دیا ہے جب سے سجودِ نیاز میں

اب اس زمیں سے دور اور اس آسماں سے دور ٭ اک سجدہ چاہتا ہوں نشیب و فراز میں

آخر سحر بھی ہوگی کسی تیرہ بخت کی ٭ یہ کیا کہ رات روک لی زلفِ دراز میں

دیکھو بہک رہی ہے نظر چال مست ہے ٭ ہونے نہ پائے فاش رہے بات راز میں

آنکھیں ہیں اک بہشتِ تصور لیے ہوئے ٭ دل ہے نشاطِ جلوۂ دامانِ ناز میں

انعامِ دید بھی ہے بہ انداز صد فریب ٭ محمود چھپ گیا ہے لباسِ ایاز میں

بے صورتی سے صورتِ امکاں کی ہے نمود ٭ پردہ کیے ہوئے ہے حقیقت مجاز میں

محوی جمالِ یار سرِ طور دیکھئے
ہمت نہیں ہے اور کسی دیدہ باز میں



شوخیٔ تماشہ

رونقیں کہاں اتنی مہر و ماہ و انجم میں
جس قدر بھی جلوے ہیں وہ چھپے ہیں سب تم میں

پھول بن گئی دل کی ہر کلی وہیں کھل کر
وہ بہار تھی گویا تم جو تھے تبسّم میں

ماند پڑ گئیں آنکھیں شوخیٔ تماشہ سے
طور ہو گیا سینہ خواہشِ تکلّم میں

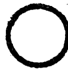
وجد و رقص کا عالم سب تم ہی سے ہے قائم
موجِ بحرِ ہستی خود آپ ہے ترنّم میں

صحوی ہم گئے مارے ایک وہمِ ہستی سے
زندگی کے کچھ لمحے لٹ گئے توہّم میں

سیروا ○ فی الارض ۱۲

دل میں کسی کو راہ دیئے جا رہا ہوں میں — خود اپنا گھر تباہ کئے جا رہا ہوں میں
ٹکرا رہا ہوں موجِ حوادث سے بے پناہ — ساحل پہ بھی نگاہ کئے جا رہا ہوں میں
پروردہ فنا ہوں مجھے آشیاں کا ڈر؟ — جب برق سے نباہ کئے جا رہا ہوں میں
ہستیِ مستعار پہ نازاں نہیں کبھی — چپکے سے اپنی راہ لئے جا رہا ہوں میں

صحویؔ نگاہِ دوست کی بے باکیاں نہ پوچھ
لے طور کو گواہ کئے جا رہا ہوں میں



تشریحِ حالِ زار کئے جا رہا ہوں میں — اب انکو بیقرار کئے جا رہا ہوں میں
دل عرش آنکھیں فرش ہیں جاں وقفِ نذر ہے — یوں اُن کا انتظار کئے جا رہا ہوں میں

صحویؔ نگاہِ دوست کا دے دے کے واسطہ
شرحِ دلِ فگار کئے جا رہا ہوں میں



فارغِ دوجہاں

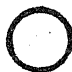
فارغِ دوجہاں ہوں میں اب کوئی آرزو نہیں
میکدۂ شراب خانے میں جام نہیں سبو نہیں

گرچہ عطا ہوا تو ہے مجھ کو سلیقۂ نظر
اپنا مزاج ہی مگر مائلِ رنگ و بو نہیں

طرزِ فغاں بدل گئی لذّتِ غم جو مل گئی
دل کو سکوت ہے پسند شورشِ ہاؤ ہو نہیں

آپ کو بھول جاؤں میں یہ تو نہ ہو سکے کبھی
آپ کو یاد آؤں میں ایسی بھی آرزو نہیں

پرتوِ حسنِ یار سے مل تو گیا ہے کچھ نہ کچھ
صحویؔ تم اپنے یار کے مانا کہ ہوبہو نہیں



ساقیٔ مستانہ

مجھ کو بھی پلا دے کچھ اے ساقیِ مستانہ ؛ لایا تو ہوں میں بھی اک ٹوٹا ہوا پیمانہ

نسبت ہے اسی در سے اور فخر اسی پر ہے ؛ کہلاتا ہوں تیرا ہی مشہور ہوں دیوانہ

گو ظرف نہیں اتنا کم ظرف نہیں پھر بھی ؛ مئے نوش بلا کا ہوں جرأت مری رندانہ

تم ساقیٔ کوثر ہو میں تشنہ ازل سے ہوں ؛ امید عطا کی ہے مل جائے گا پیمانہ

سب تیرے فدائی ہیں سب تیرے ہی دیوانے ؛ سب تجھ پہ ہی قرباں ہیں اپنا ہو کہ بیگانہ

بے جوش سہی لیکن بے ہوش نہیں ہوں میں ؛ ان آنکھوں نے دیکھا ہے اک جلوۂ جانانہ

جلتی تو رہی شب بھر محفل میں شمع لیکن ؛ ہر شعلہ میں پنہاں تھی خاکسترِ پروانہ

وہ رندِ خراباتی میں ہوں کہ اشارے پر ؛ خود آپ ہی کھل جائے دروازۂ میخانہ

کیا اپنی کہوں صحوی نیرنگِ حقیقت ہوں

گو خود ہی تماشہ ہوں اور بات بھی افسانہ

○

حُسنِ تصوّر

دکھا دو جلوۂ عارض کہ شمع کہتی ہے ؛؛ مرے وجود پہ شاہد ہے رقصِ پروانہ

یہ کیا کہ آپ کے ہنستے ہی برق بھی چمکے ؛؛ کھلا یہ رمز کہ شئے ہے نہ شئے سے بیگانہ

جو خوب پی کے بھی بہکے نہیں تو رند ہے وہ ؛؛ وہی ہے مست جو ہے بے نیازِ میخانہ

بدل گئے ہوں جو دیوار و در تو کیا اس سے ؛؛ اُسی اساس پہ قائم ہے اب بھی میخانہ

تمہارا جلوہ بدستور اب بھی ہے مستور ؛؛ خبر کسے کہ تجلّی ہے بے حجابانہ

تجھے خبر ہی نہیں ہے ذرا بھی اے واعظ ؛؛ چھپا ہے کعبہ کے اندر بھی ایک بُت خانہ

نگاہ ڈھونڈ چکی ہے قریب ہی سے تمہیں ؛؛ چھپے ہو ایسے کہ جلوہ ہے بے حجابانہ

اب آرزوئے تماشائے حسنِ یار نہیں ؛؛ ہوا ہے قلب ہی اپنا یہ آئینہ خانہ

بس ایک حُسنِ تصور رفیق ہے صحوی

اس ایک دُھن نے بنایا ہے مجھ کو دیوانہ

تقدیسِ شعر

قلندرِ زمانہ

مری زندگی کے دن بھی کچھ عجیب ہیں فسانہ
نہ خزاں ہی مستقل ہے نہ بہار کا زمانہ

کوئی قصر ہو کہ ایواں مری گرد کو نہ پہنچے
ترے در پہ آگیا ہوں مجھے مل گیا ٹھکانہ

تجھے دیکھنا تجھے ہی ہے خود آپ میں بھی پانا
یہی شغل بندگی ہے یہی رسمِ عاشقانہ

ترا بندہ بن گیا جو اُسے دار و گیر کیا ہو
نہ ہی قید ہے مکاں کی نہ ہی بندشِ زمانہ

جو خود آپ لٹ چکا ہے اسے خوفِ صید کیا
ہے اُسے عزیز گلشن نہ قفس نہ آشیانہ

تری نیم وا نگاہوں سے ملے اگر اشارہ
کوئی دم میں دیکھ لینا میں بدل ہی دوں زمانہ

یہ تمام نظمِ عالم مری وسعتوں میں گم ہے
ہے مری ہی اُنگلیوں میں تو یہ گردشِ زمانہ

تجھے فقر پر ہو تکیہ یہی تیرا کام صحوی
کہ فقیر لا طمع ہی ہے قلندرِ زمانہ

عالمِ صحویت

اُف رے یہ کیسی چوٹ لگی ہے زخم ہرا ہے کچّا کچّا
ہائے یہ کیسا وار چلا ہے آخر تھا یہ کس کا نشانا

آنسو میری آنکھ سے ٹپکیں موتی کی سی قیمت پائیں
ہاتھ بڑھا رومال سے پونچھیں آئے کبھی تو یہ بھی زمانا

کون نظر میں اپنی جچتا کس کے آگے سر یہ جھکتا
ہم بھی اپنے من کے دیوتا اپنا مندر رہا ہے پرانا

بات پرائی کیسی کر لیں کیوں نہ رکھیں اب جی ہی جی میں
آگے کس کی ذات کا تکیہ رُکتا کب ہے پھر پیمانا

کب کے اپنے بس میں نہیں ہم، چھایا ہوا ہے کوئی ہم پہ
کام اُسی کا سارا سب کچھ نام فقط اک صحوی اپنا

التجا

عید آئی ہے مئے ہوش فزا دے ساقی ⁖ وہ جو آنکھوں میں چھلکتی ہے پلا دے ساقی

یاس و حرماں کے تخیل کو مٹا دے ساقی ⁖ بات جو بگڑی ہوئی ہے وہ بنا دے ساقی

دل کا ہر گوشۂ تاریک منوّر کر دے ⁖ لذّتِ دردکی اک آگ لگا دے ساقی

منحصر تیرے کرم پر ہے مری تشنہ لبی ⁖ کوثریں لب کو مرے لب سے ملا دے ساقی

بس نہ کر دے مجھے اک جامِ شکستہ دیکر ⁖ عید کا دن ہے ذرا اور پلا دے ساقی

اپنی کم مائیگی ظرف کا شکوہ کب ہے ⁖ اتنی پی لیں گے تو جتنی بھی پلا دے ساقی

رہ کے آغوشِ تمنّا میں ذرا دم کے لئے ⁖ دونوں عالم مری نظروں سے گرا دے ساقی

کسی قابل ہے، نہ ہے تابِ سخن صحوؔی کو
مدعّا یہ ہے کہ اپنا سا بنا دے ساقی



وَاشْرَبُوْا ○ هَنِيْئًا ۲۷/۳

مقام ساقی

تیرے صدقے میں ہے یہ رحمت عام اے ساقی
ہے حلال آج جو کل تک تھی حرام اے ساقی

لغزشِ پا سے تری حشر اُٹھا جاتا ہے
دیکھ! برہم نہ ہو عالم کا نظام اے ساقی

اپنی مخمور نگاہوں سے پلا دے مجھ کو
تیری آنکھوں میں ہے جو ماہِ تمام اے ساقی

ایک ہی گھونٹ میں اللہ رے اندازِ کرم
بخش دی تو نے دو عالم کی زمام اے ساقی

تو وہ دولت ہے کہ آنکھوں میں جگہ دیں تجھ کو
اہلِ دل جانتے ہیں تیرا مقام اے ساقی

دل تصدق نگہہ شوق ترے فرشِ قدم
پھر اُسی طرز پہ ہو حشر خرام اے ساقی

بھول جاؤں تجھے اک بار بھی کیا میری مجال
جھولتا ہے ترا ہر سانس میں نام اے ساقی

ساری خوشیاں مرے قدموں میں سمٹ آئیں گی
کاش تو لے جو اک بار سلام اے ساقی

تیری مستی کے تصدق تری آنکھوں کے نثار
آج صحوی کو بھی ہے لغزشِ گام اے ساقی

یادِ محبوب

پھر وہی ہم ہیں وہی شب ہے سہانی اپنی ❊ یادِ محبوب ہی ہے رات کی رانی اپنی
زندگی اور کہیں زینتِ محفل ہو گی ❊ پہلوئے موت میں سوتی ہے جوانی اپنی
حاصلِ عشق سے واقف ہی ہیں سب اہلِ نظر ❊ ہے وہی قصّہ پارینہ کہانی اپنی
کیا پڑی ہے انہیں لے بیٹھیں پرانی باتیں ❊ جن کو مقصود ہے روداد سنانی اپنی

کس کو ہو سکتی ہے یہ جراُتِ بے جا صحوی
یار کے حسن کی تعریف زبانی اپنی

اُنکی رہ گذر

اُسے عمرِ نوح حاصل ہوا اگر تو کچھ نہیں ہے ❊ وہی زندگی غنیمت ہے جو تیرے ساتھ گذرے
مری آرزو کا دریا ہے کچھ اس طرح سے اُمڈا ❊ کہ ہر ایک موج جسکی نہ دبے نہ دب کے ابھرے
کوئی ان کی آمد و رفت سے باخبر نہیں ہے ❊ کبھی آ کے پاس بیٹھے کبھی پاس سے بھی گذرے

کوئی جان دے رہا ہے کوئی دل بچھا رہا ہے
اس اُمید پر کہ صحوی وہ اسی طرف سے گذرے

سُرمۂ نظر

کبھی وہم تھا دوئی کا جو پتہ نہ تھا خودی کا
مگر اب یہ کیفیت ہے کہ ہوئے ہیں بے خبر سے

وہی اوّل اور آخر وہی ظاہر اور باطن
وہ نظر ہی آرہے ہیں اُنھیں دیکھئے جدھر سے

کبھی سیر کو تو نکلو مرے دل کی سرزمیں پر
کہ گھٹا برس رہی ہے مرے دیدہ ہائے تر سے

بجز ایک دل کہ جس کو ہے سلیقۂ نظر کچھ
اسے دیکھ کیا سکے گا کوئی اپنی چشمِ سر سے

ترا جلوۂ ایک ہی ہے پہ نظر جدا جدا ہے
کوئی دیکھ کر بھی تڑپے کوئی دیکھنے کو ترسے

وہی سُرمۂ نظر ہے جو ہے خاکِ طیبہ صحویؔ
مری زندگی بنی ہے اسی ایک سنگِ در سے



دھونی رما کے

ترے در پہ بیٹھے ہیں دھونی رما کے ∴ ہمیں کیا کرے گا زمانہ ستا کے

وہ مستِ الست ہم ہیں پیمانہ برکف ∴ جو اُٹھتے نہیں ہیں پیالہ لگا کے

بہت دل کے ٹوٹے ہوئے ہیں ہم اپنے ∴ نہ دیکھے ہمیں اب کوئی آزما کے

سحر کر رہے ہیں تبسم سے اپنے ∴ تری زلفِ شبگوں کے سائے میں آ کے

ہمیں اب کہاں قیدِ ہستی کی پرواہ ∴ زمانے سے گذرے زمانے پہ چھا کے

مری گردِ پا کو بھی پہنچا نہ کوئی ∴ زمانہ بھی پیچھے ہوا ساتھ آ کے

کوئی بارگاہِ خودی تک نہ پہنچا ∴ بہت رہ گئے فکر میں سر جھکا کے

نظر ڈالنے کی ادا آ گئی ہے ∴ اگر طور بھی ہو تو رکھ دوں جلا کے

کوئی ہم سے صحوی نہ آنکھیں ملائے
کہ ہم مست بیٹھے ہیں پی کے پلا کے

تقدیس شعر

حدیثِ دِگراں

جب بھی یاد آپ کا بے ساختہ نام آتا ہے
عزم کرتا ہوں میں جس وقت بھی مے نوشی کا
آ بھی جاتا ہے کبھی اپنی عبادت میں سرور
کر ہی لیتا ہوں بصد شوق ترے در کا طواف
وہ چھپا رکھی ہے آج اس نے نگاہوں میں شراب

زہے تقدیر ہوئی آج تمنا پوری — انکی دزدیدہ نگاہوں میں پیام آتا ہے
مژدہ اے دل کہ تجھے رخصتِ گفتار ہے آج — خوش ہو اے بخت کہ ہنگامِ سلام آتا ہے
ڈر ہے ہو جائے نہ برہم کہیں نظمِ عالم — باش اے چرخ کہ وہ سادہ خرام آتا ہے
اک اجالا سا مرے دل میں ہوا جاتا ہے — جلوہ افروز وہ پھر ماہِ تمام آتا ہے

تذکرہ اور یہ حدیثِ دگراں ہی محوی
کچھ سہی ان کی زباں پر تو یہ نام آتا ہے



یار اغیار

یار اغیار سنگ آیا ہے
آج محفل پہ رنگ چھایا ہے

آئینہ خانہ ہے جہاں سارا
شخصِ واحد کا عکس آیا ہے

یاں کسی غیر کا گزر ہی نہیں
اپنا سکہ کوئی جمایا ہے

عشق خود حسن کی تجلّی ہے
نعت بھونرے پہ حرف آیا ہے

روپ ہی روپ کا معروپ ہے یہ
پیار کو خود پہ پیار آیا ہے

ہٹ گئے ہیں حجاب سے باہر
بے حجابی کو عار آیا ہے

خود میں جب تک تجھے ہوش کچھ بھی نہ تھا
خود سے چھوٹے تو ہوش آیا ہے

نیستی کو مجالِ بود نہ تھی
نقشِ ہستی ابھر کے آیا ہے

کام ہوتے رہے کسی کے ہاتھ
نام صحوی کے ساتھ آیا ہے

جذباتِ کی گواہی

عشق آلودۂ معصیتِ جذبات نہیں
میری آنکھیں مرا دل مری زباں شاہد ہے

تم کہ سرگرمِ تکلّم کبھی مجھ سے نہ ہوئے
میرے لب میرا ذہن میرا بیان شاہد ہے

اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرتا ہوں
مرے آنسو مری آہیں یہ فغاں شاہد ہے

تم مرے غم کدۂ دل میں کبھی آ نہ سکے
میری یہ دھڑکنیں یہ سوزِ نہاں شاہد ہے

مثلِ کعبہ ہی تھا مجھ کو ترا ہر نقشِ قدم
میری پیشانی پہ سجدوں کا نشاں شاہد ہے

یہ کہ اُن کو مری آہوں سے غرض ہے صحویؔ
لبِ خاموش پہ خاموشی کی ہاں شاہد ہے

فیضانِ نسبت

میں زمیں پہ آسماں ہوں میں بلند آسماں سے
کہ جو دی ہے سر کو نسبت ترے سنگِ آستاں سے

یہی شغلِ زندگی ہے یہی طرزِ بندگی ہے
وہیں چھوٹ گئے خودی سے تجھے پالیا جہاں سے

ترے راستہ میں کوئی جو قدم دھرے تو کیسے
کوئی ہمسفر نہ رہبر وہ نکل پڑے کہاں سے

ترے در کی خاک بوسی نے عروج یہ دیا ہے
کبھی پہنچے آسماں تک کبھی گذرے آسماں سے

یہی خاک بس ہے مجھ کو یہی مجھ کو کیمیا ہے
مجھے روشنی ملی ہے تری گردِ کارواں سے

جو کسک تھی دل میں آخر وہی رنگ لا رہی ہے
مری سمت آرہے ہیں وہ خود ہی کشاں کشاں سے

جسے جستجو ہو اپنی جسے ہو تلاش اس کی
کبھی آکے پوچھے صحوی یہی ہم سے رازداں سے



جلوہ تمہارا صبحِ بہارِ حیات ہے
گویا تم ہی سے زندگی کائنات ہے

جب سے تمہارے عارض و گیسو پہ ہے نظر
ہر روز مجھ کو عید ہے ہر شب برات ہے

ساغر بدست و زلف بدوش آ بھی جائیے
کالی گھٹائیں چھائی ہیں برکھا کی رات ہے

تسکینِ دل و نظر کو ذرا پاس سے تو ہو
یہ کیا کہ دور، دور ہی سے التفات ہے

سینہ بھرا ہے صحوی کوئی رازداں نہیں
لب تک ہمارے آئی ہوئی ایک بات ہے



فیضانِ قرب

زباں ساکت ہے چشمِ نم ہے یہی بس اتنی متاعِ غم ہے ∴ کہ دل تو پہلے ہی لٹ چکا ہے اب اور کیا فکرِ بیش و کم ہے

کبھی تو در پردہ گفتگو تھی اور اب مقابل میں بھی تجاہل ∴ نہ جانے اس خامشی میں کیا ہے ضرور کوئی چھپا ستم ہے

کبھی تکلف بھی برطرف تھا اور اب تبسم بھی بارِ خاطر ∴ نئی ہے یہ طرزِ عاشقی بھی نئے ہی انداز کا کرم ہے

مگر مرے ذوقِ جستجو نے انہیں بالآخر قریب لایا ∴ سمٹ کے آئی ہیں وسعتیں سب یہیں عرب ہے یہیں عجم ہے

انہیں بٹھا کر یہیں سامنے اب طواف کرنے لگیں نگاہیں ∴ فریضۂ حج ادا ہوا ہے کہ اب یہی کعبہ و حرم ہے

مرے مذاقِ عبودیت پر بھلا مجالِ سخن کسی کو ∴ کہ میں رہوں جس طرف جہاں بھی وہیں کا اک بیتِ صنم ہے

کسی کی زلفوں کی چھاؤں میں اب مجھے شبِ قدر مل گئی ہے ∴ ثوابِ طاعت کا ذکر ہی کیا یہاں تو ہر بات پر کرم ہے

صبیح چہرہ پہ پڑ گئی جب نظر تو اک عید ہو گئی ہے ∴ بہار جلووں پہ جس کے قرباں یہی تو وہ جنتِ ارم ہے

قریب سے اب قریب تر ہیں بیانِ محرومیِ وصل کا کیا

شکایتِ بعد کس سے ہوگی یہاں تو ہر فاصلہ بھی کم ہے

رنگ ترنگ

لب پہ آہ غم دل میں اک سوزِ پیہم ہے — جشن شادمانی کیا یاں تو روزِ ماتم ہے

آپ کی محبت ہی زندگی میں سب کچھ ہے — آپ ہیں تو جنت ہے ورنہ پھر جہنم ہے

ہو گیا وہ خود گھائل تھا جو آپ ہی باطل — ہر نفس ہمارا یہ ایک تیغِ دو دم ہے

ہم پہ جو گزرتی ہے کب کسی سے پنہاں ہے — ٹیس بھی مسلسل ہے اور غم بھی پیہم ہے

بے نیاز کیا ہو گی دین ہو کہ دنیا ہو — آپ کے تصدق میں خلقتِ دو عالم ہے

دیکھئے بتاتا ہے کیفیت دو عالم کی — دل یہ آجکل اپنا مثلِ ساغرِ جم ہے

آپ مطمئن رہیئے راز راز ہی ہو گا — میرے دل کی ہر دھڑکن ضابطہ منظم ہے

عارضِ منور پر بوندیں ہیں پسینہ کی — یوں دکھائی دیتا ہے جیسے گُل پہ شبنم ہے

کیا کہیں طبیعت کا رنگ ہی نرالا ہے — یہ کبھی تو شعلہ ہے اور کبھی تو شبنم ہے

ہم وہی تو ہیں صحوی جو ہر اک میں رہتے ہیں

یعنی ہم ہیں عالم میں اور ہم میں عالم ہے

۱۷۰

تقدیسِ شعر

فیضانِ نظر

اظہارِ محبت کچھ ہی سہی ایقانِ محبت عرفاں ہے
حاصل ہے جنھیں فیضانِ نظر ان کو تو یہ مشکل آساں ہے

جو حوصلۂ دل رکھتے ہیں آجائیں سرِ محفل وہ ابھی
یاں جلوۂ زلف و عارض ہے یاں دعوتِ کفر و ایماں ہے

مانا کہ جمالِ یار اتنا ارزاں تو نہیں ہے پھر بھی مگر
جو خاص نگاہیں رکھتے ہیں ان کے لئے جلوہ عریاں ہے

یہ کیا کہ بس اک اٹھی سی نظر چلتی سی کوئی تلوار تو ہو
قاتل کی ادائے خاص کو تو ہنگامۂ قتل نمایاں ہے

اب دل میں کسی کی یاد بھی ہے اب لب پہ کسی کا نام بھی ہے
ہر سانس میں آتے جاتے ہیں گلشن میں ہمارے بہاراں ہے

بن آئی ہے پینے والوں کی وہ خود ہی پلانے آئے ہیں
مخمور گھٹائیں چھائی ہیں اور دوش پہ زلفِ پریشاں ہے

کیوں بادہ کشانِ عرفاں کو تلخابِ گوارا ہو نہ سکے
جو رند کہ دُرد آشام بھی ہے وہ صدر نشینِ رنداں ہے

صحبوحی کے لئے پیغام ہے کچھ یا یونہی ستانے آئی ہے
اے بادِ سحر ہاں تو ہی تو مشاطۂ زلفِ جاناں ہے

شعورِ عبادت

بچو بچو! کہ یہ بجلی تمہیں نہ لے جائے
نگاہِ مردِ مسلماں جلالِ یزداں ہے

وہ میری آہ دُروں ہی کی چھاؤں ہے رُخ پر
یہ رنگِ شب کہیں کا کل، اگر پریشاں ہے

کسی کے عارضِ رنگیں کو چھو کے آئی ہے
چمن میں نکہتِ گل حاصلِ بہاراں ہے

ترے لطیف تبسّم کی روشنی پا کر
کلیمِ طور کو کھو کر بھی شاد و فرحاں ہے

مرے شعورِ عبادت کو دیکھ کر صحویؔ
ملک بھی وجد کناں ہیں فلک بھی حیراں ہے

برقِ ○ حُسن

وہ برقِ حُسن ادھر بھی گرائی جاتی ہے
مرے وجود کی ظلمت مٹائی جاتی ہے

بچا کے میری طرف آنکھ اُٹھائی جاتی ہے
یہ میرے دل کی خلش آزمائی جاتی ہے

جلا نہ دے کہیں ان کے سکون کو دنیا
وہ آگ جو کسی دل میں لگائی جاتی ہے

کہیں نہ لوٹ لے یہ میری کائناتِ حیات
وہ اک نظر جو بہ مشکل اُٹھائی جاتی ہے

خیالِ خاطرِ ناشاد بھی ہے کچھ اُن کو
نظر بہ طرزِ تجاہل چرائی جاتی ہے

مزاجِ حسن سے واقف ہیں ہم بھی اب صوفیؔ
کہ اس میں عشق کی عادت سی پائی جاتی ہے

مشورۂ خلوص

نازِ مشرب کو نیاز آگیں بنانا چاہیئے ؎ رفعتِ گردوں کو قدموں پر جھکانا چاہیئے
ضبطِ غم ربطِ محبت آزمانا چاہیئے ؎ برچھیاں سی دل پہ کھا کر مسکرانا چاہیئے
آفتِ دل آفتِ جاں آفتِ ایماں سہی ؎ کچھ بھی ہو جائے کسی سے دل لگانا چاہیئے
سخت کوشیہائے دل کی تلخ تر ناکامیاں ؎ ہاتھ سینہ پر دھرے آنسو بہانا چاہیئے
اس سے بڑھ کر کیا ہوں دل کے انقلابات حسیں ؎ حسن کو آدابِ رنج و غم سنانا چاہیئے
حسنِ ظن، حسنِ تصوّر شوخیٔ تخیّل سے ؎ اور اک صحوؔی حسیں پیکر بنانا چاہیئے



آپ اسی انداز سے تشریف لاتے جائیے ؎ دور ہوتے جائیے نزدیک آتے جائیے
اب مری آنکھوں سے آنسو جھڑ رہے ہیں دیکھئے ؎ پھول چنتے جائیے دامن بچاتے جائیے
کیا یہی ہے ایک مجبورِ وفا کی زندگی ؎ آپ ہنستے جائیے مجھ کو رلاتے جائیے
مانتا ہوں دل سے ہوتی ہیں ملاقاتیں بہت ؎ پر کبھی آنکھوں کی قسمت بھی جگاتے جائیے

شوقِ گل میں دیکھنا دامن نہ الجھے خار سے
اس طرح صحوؔی قدم آگے بڑھاتے جائیے

بزبانِ فارسی



ہر موجِ ہوا زلفِ چلیپائے محمدؐ
کعبہ است بمن نقشِ کفِ پائے محمدؐ

از فرشِ ہر عرش ثریٰ تا بہ ثریا
بینم عیاں حسنِ تجلائے محمدؐ

ہر سمت بہ ہر سو و بہ نقشِ در و دیوار
پنہاں و عیانست تجلائے محمدؐ

صد فرقِ شہنشاہ بہ یک جو نمی ارزد
آنست بمن قیمتِ سودائے محمدؐ

روشن بہ بکند ظلمتِ ہر گوشۂ عالم
از ہر نفسم کلمۂ الائے محمدؐ

ہر عیسیٔ دوران و مسیحائے زماں را
بیمار کند نرگسِ شہلائے محمدؐ

اے بادِ صبا از منِ جاں سوختہ صحویؔ
یک سجدہ بہ ہر نقشِ کفِ پائے محمدؐ



خیز و بیا بہ باغ بیں خیمۂ موسمِ بہار
گیسوئے عنبریں کشا مشک بہ جہاں فشار

بیں منِ چشمِ مست را رحم لبانِ تشنہ را
ساقی بجانِ تو بمن ساغرِ مئے بیار آر

دستِ طلب دراز را خندۂ تلخ گہ مدہ
تو منِ بینوائے را دولتِ التفات آر

فخر بہ دیں کنم کہ من واقفِ رازِ تو شدم
نیستیم شعارِ من ہستیِ تو مرا افتخار

صحویٔ دوست آشنا روئے نگار پیش نہ
فارغ دو جہاں شدہ قبضۂ دو جہاں را

تو بہارِ جاودانی تو نویدِ شادمانی
تو حیاتِ عالمینی تو صدائے کن فکانی

توئی نازنینِ تنہا توئی مظہرِ تمامی
تو مکانِ لامکانی توئی عرش آشیانی

ہمہ ناجھلکے خوبی بہ تو سازگارہ آید
کہ بہ طرزِ عشوہ سازی توئی جسم و قلب و جانی

تو بہ قامتے قیامت بہ روشِ تو حشر ساماں
بہ نگاہ فتنہ زائی و بہ خندہ گلشفانی

تو جہانِ حسن و نازش توئی کانِ جود و بخشش
توئی ماوٰی ہم تو ملجا توئی ایں ہم تو آنی
توئی حاصلِ بہاراں توئی جوئے خوش خراماں
توئی مایۂ تمنا تو متاعِ زندگانی

تو نسیم جانفزائی تو صبائے دل فروزی
تو نشاطِ کامرانی تو شرابِ ارغوانی

بہ غلامئ تو نازم بہ نیازِ عاجزانہ
بہ درِ تو حاضر آئم بہ امیدِ کامرانی

بہ فروشِ جانِ مخموریؔ بہ نگاہِ بازے
کہ تو جانِ جملہ جاناں تو نشانِ بے نشانی

تقدیس شعر

"ثلاثی"

○ جس طرح رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں جس میں پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرعہ پابندِ قافیہ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح صرف تین ہی مصرعوں پر موقوف ایک اصلاح تجویز کی گئی ہے جسے حضرت مصنف نے "ثلاثی" کا نام دیا ہے۔ اور اس سے پہلا اور آخری تیسرا مصرعہ پابندِ قافیہ رکھا گیا ہے۔ ابتداءً اس کے چند نمونے پاکستان کے مشہور ماہنامہ "ادبی دنیا" لاہور میں ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

ذیل میں اس کے چند نمونے پیش ہیں۔ (ادارہ)

رودادِ فراق

ٹھونکے دیتی ہے سیکر دل کو یہ بات
انتظارِ تمام تھا دن بھر
آہ اب کیسے بیت جائے رات

سرخ سویرا

مختار کو مجبور بنانے والو
آگ اٹھی ہے مشرق سے ادھر بھی دیکھو
آقاؤں کو مزدور بنانے والو

آزادہ روی

بے منتِ غیر جینا سیکھو
آدابِ شراب نوشی ہیں بہت
بے جام و سبو بھی پینا سیکھو

سیر النفس

تو غیر کی تصویر کو کیا دیکھتا ہے
کچھ اپنے سراپا کو ذرا غور سے دیکھ
اغیار کی تغییر کو کیا دیکھتا ہے

ترجمۂ سورۂ کوثر

۵

ہم نے تجھے بخشدی ہے کثرت
بس پڑھ لے نماز، قربانی کر
دشمن ترا لاولد ہے (اُس پر لعنت)

ترنگا

۵

لہرایا ہوا وؤں میں سہ رنگی پرچم
قوموں کے لئے رشتۂ اُلفت گویا
یہ سرخ و سفید و سبز رنگی سنگم

دل شکنی

دھار اک جو ہو تیز کہیں مڑتا ہے
دل توڑ کے پھر ہنسنا نا کیسا
ٹوٹا ہوا شیشہ بھی کہیں جُڑتا ہے

تاج محل ؎

ہم تو ہر حال میں افلاس کے مارے ہی سہی
حق محبت کا کسی طرح ادا ہو تو گیا
اک شہنشاہ کی دولت کے سہارے ہی سہی

؎ ساحر لدھیانوی کی مشہور نظم "تاج محل" کے ایک شعر کے جواب میں ؎
اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر :۔ ہم غریبوں کی محبت کا اُڑایا ہے مذاق

دو رُباعیاں

(۱)

دو شئے میں جب اتحادِ کامل ہو جائے
توحید وجودین سے حاصل ہو جائے
دب دب کے اُبھرنے نہیں پائے طوفاں
اُٹھے بھی اگر موج تو ساحل ہو جائے

(۲) ثوابِ ذکر:

اللہ کی رگ رگ سے صدا جاری ہے
اک عالمِ کیف ہے کہ بس طاری ہے
دل مائلِ ذکرِ حق ہوا ہے جب سے
خود روح پہ چھائی ہوئی سرشاری ہے

تضادِ فکر

دل گیا رونقِ حیات گئی
غم گیا ساری کائنات گئی

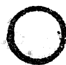
جگرؔ مرادآبادی

دل گیا ساری کائنات گئی
غم گیا رونقِ حیات گئی

(صحوی شاہ)

قصیدۂ عربیہ

انت لنورٌ، انت لنورٌ	لِکُلِّ ظهورٌ لِکُلِّ ظهورٌ
اِسمٌ جلیلٌ وصفٌ جمیلٌ	طبعٌ خلیقٌ وجہٌ شکیلٌ
سیّد حامد، محمود، قاسم	مختار، ناصر، منصور، قایم
هاد، مهدٍ نورٌ داعٍ	فاتح، خاتم حاشر، ماحٍ
عاقب، حافظ، طٰہٰ یٰسین	طاہر، مطہر، خاتم، طٰسٓ
صادق، شہیدٌ واعظ امینٌ	عالم، خطیبٌ حقٌ مبینٍ
امر شکورٌ ناہٍ قریبٌ	ہاشمی، مکی امی حبیبٌ
احمد، محمّد، مدح غریبٌ	لِلانشراحِ صدرٌ عجیبٌ
فیضٌ، عمیمٌ جودٌ فہیقٌ	موجٌ سلیمٌ بحرٌ عمیقٌ
حقٌ ید الله فوق یدالکَ	اَبوی فداکَ روحی فداکَ
اَنت بشیرٌ انت نذیرٌ	اَنت سراج انت منیرٌ
رکبٌ براقاً اسریٰ سبیلٌ	والنجم وقتٌ داعی خلیلٌ
اِرحم حبیبی اُنظر طبیبی	انت دواءُ قلبی و روحی
عبدٌ فقیرٌ صحوی حقیرٌ	لَیس سِواکَ عندی نصیرٌ



انشاء اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ اشاعت

کلماتِ کمالیہ (بارِ اول)

مصنفہ حضرت شاہ کمال الدین بادشاہ بخاری (ثانی) المدعو شاہ کمال ؒ

مترجمہ: بحر العرفان حضرت مولانا صحوی شاہ صاحب علیہ الرحمہ

٥

رد منافقت

بنام شریعت جہالت آفریدہ ذہنیت کی اصلاح اور آنحضرت ﷺ سے متعلق دیگر مضامین۔ مصنفۂ حضرت مولانا پیر صحوی شاہ صاحب ؒ

بار دوم زیرِ اشاعت

مواعظِ غوثی

کنز العرفان حضرت مولانا غوثی شاہ صاحب ؒ کی بعض عنوانات کے تحت کئے گئی تقاریر کے اقتباسات جو "رسالہ النور" میں محفوظ ہیں۔

مرتبہ مولانا غوثوی شاہ

فضائل کلمہ طیبہ

اخذ و ترتیب الحاج مولانا غوثوی شاہ قادری و چشتی و جامع السلاسل

کشف الآیات • رازِ شریعت • فتوحاتِ مکیہ • کشف الاعداد

انا الحق ـــــــــ مصنفہ و مرتبہ مولانا غوثوی شاہ

ناشر ادارہ النور۔ بیت النور چنچل گوڑہ حیدرآباد ۴۸



"نذرِ مدینہ" کا ایک ورق

مصنفہ حضرت صحوی شاہ

رُخسارِ محمدؐ کی ضیاء چاروں طرف ہے
انفاسِ محمدؐ کی ہوا چاروں طرف ہے

ہر قلب ہے سرشار مئے حُبِّ نبی سے
زُلفانِ محمدؐ کی گھٹا چاروں طرف ہے

ہیں اصل میں یہ حسنِ محمدؐ کی ادائیں
شب ہو کہ سحر صبح و مسا چاروں طرف ہے

ظلمت بھی ہر اک شئے کی اُجاگر ہے اِسی سے
تنویرِ محمدؐ کی ضیاء چاروں طرف ہے

رحمانِ دو عالم نے ظہور اپنا کیا ہے
ہاں! جلوۂ احمدؐ ہی چھپا چاروں طرف ہے

پلتا ہے زمانہ اسی سایہ میں ازل سے
پھیلی ہوئی رحمت کی رِدا چاروں طرف ہے

ہم دل سے فدا جان سے قرباں ہیں جس کے
وہ صورتِ ہر شئے سے کھلا چاروں طرف ہے

کب بند ہوا عُقدۂ پنہانِ محمدؐ
دروازہ حقیقت کا تو وا چاروں طرف ہے

جس سمت جدھر دیکھو تو ہی جلوہ فگن ہے
صحوی بھی ترے در پہ فدا چاروں طرف ہے

عنقریب شائع ہونے والی "گلکدۂ خیال" کا ایک ورق

مصنفہ مولانا غوثوی شاہ



کوئی پوچھے تو سہی مجھ سے کہ کیا کیا میں ہوں
ذرّہ ہوں، قہر ہوں یا قطرہ ہوں دریا میں ہوں

ایک میں ہی ہوں کہ مجھ سے ہے دو عالم قائم
کیا بتاؤں کہ میں کس طرح ہوں کیسا میں ہوں

کوئی مدّاح میرا ہے کوئی دشنام طراز
کہیں مشہورِ زمانہ کبھی رسوا میں ہوں

نیکیوں کے مری چرچے بھی ہیں محفل میں کہیں
اور احباب کے نزدیک تماشا میں ہوں

نہ ہی سمجھا ہے نہ سمجھے گا ملک میرا مقام
آپ خود اپنی حقیقت کا معمّہ میں ہوں

عالمِ کون و مکاں میرے ہی جلوے کی جھلک
مثلِ مرآۃ نہیں کوئی کہ یکتا میں ہوں

کب سمایا کوئی وسعت کو میری اے ساجد
ایک میں ہی ہوں کہ اپنے میں سمایا میں ہوں

سرسری تعارف

امام المحققین بحر العرفان حضرت مولانا صحوی شاہ صاحب رح

تعارف

نام گرامی - احمد ابن عربی المعروف مولانا صحوی شاہ رح
ولادت ۶/رجب ۱۳۴۵ھ م ۲۳/فروری ۱۹۲۳ء روز جمعہ

جس طرح حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رح کی تجلی باطنی نے حضرت غوثی شاہ صاحب رح کی حالت علم توحید میں ایک انقلاب پیدا کیا - اسی طرح حضرت شیخ اکبر رض نے حضرت غوثی شاہ رح کے خواب میں ایک فرزند نیک کی آمد کی بشارت دی - اور کہا کہ میرے نام پر ان کا نام رکھو چنانچہ حضرت غوثی شاہ رح نے حضرت شیخ رح کے حکم کے مطابق آپ کا نام "احمد ابن عربی" رکھا - چنانچہ اسی نام کی تاثیر نے آپ کو آگے چل کر مولانا صحوی شاہ کے لقب سے عالم اسلام میں روشناس کرایا -

آپ کی ذات میں علم و فہم، توکل و استغنا اور حق گوئی و بے باکی کے اوصاف خاص طور پر فطرتاً ودیعت کئے گئے تھے - علم قرآن و حدیث پر کافی عبور تھا - اور طبیعت میں عام رسمی تصنع نہ تھا - عام صوفیوں کی سی خشکی اور نہ ہی خود ساختہ ہمہ دانی - بلکہ تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا نمونہ

آپ کی ذات تھی۔ اپنے والد و مرشد کی طرح آپ نے بھی فَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کی اتباع میں تعلیم و تلقین میں ہمہ دم مصروف رہے خطابت وعظ گوئی میں مقبول وخاص تھے۔ کئی بار مختلف عنوانات کے تحت آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن پر آپ کی تقاریر نشر ہو چکی ہیں۔ آپ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کی شان سے ممتاز تھے۔

چنانچہ اتمام حجت کیلئے بڑی بڑی طاقتوں کو اپنے بیانات اور خطوط کے ذریعہ ان کی لغزشوں (۱) ابتداء تا انتہا زندگی عشق خداوندی میں بسر ہوئی تقریر اور تحریر دونوں میدانوں میں حقائق و معارف کا خزانہ لٹاتے تھے۔ سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کو اقتدار پر دوبارہ واپس آنے کی پیشن گوئی فرمادی تھی۔ آپ کی حضرت مچھلی والے شاہ علیہ الرحمہ نے "بسم اللہ" پڑھائی تھی۔ بھلا جس کی نگاہوں میں مولا بسا ہوا ہو اس کی طرف سے آغاز بسم اللہ یقیناً حضرت صحوی شاہ علیہ الرحمہ کے نسلِ صداقت کی سند پر دلیل ہے آپ کے حقیقی پھوپا حضرت عشقی صاحب کے مشہور سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم یا شفیع الوریٰ سلام علیک کی طرح حضرت ممدوح کا سلام سہ بشیراً نذیراً سلام علیکم سراجاً منیراً سلام علیکم۔ بہت مقبول ہے۔

وفات شب چہارشنبہ ۱۸/ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ م ۱۵/ مئی ۱۹۷۹ء بمقام بیت النور۔ چنچل گوڑہ حیدرآباد اے پی

(۱) سے آگاہ کر کے اپنا احقاقِ حق ادا کردیا سچ تو یہ ہے کہ آپ کی۔

تصنیفات :

حضرت مولانا صحوی شاہؒ کی نثر نگاری اور ان کے نعتیہ کلام سے نہ صرف اہل سلسلہ بلکہ مسلمانانِ ہند و پاک نے بھی کافی رہنمائی حاصل کی ہے تشریحی ترجمہ قرآن الم تا والناس، منظوم ترجمہ الم تا والناس، تقدیس شعر، کتاب مبین، تفسیر قرآن، سیر عبدیت، اصول دین، بدعتِ حسنہ، کافی شہرت پا چکے ہیں۔ اس سلسلے کی آخری اشاعت کردِ منافقت جو وقت اور حالات کے مطابق ہے شائع فرما کر ان مسلمانوں کے منافقانہ و گستاخانہ عقائد و نظریات کی نفی فرمادی جو اسلام اور رسولِ اسلام سے متعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی پارہ وار تفسیر کتاب مبین کے متعلق بے شمار علمائے عظام نے تعریفی خطوط روانہ کیے جن میں دو کے اقتباسات ہم پیش کرتے ہیں۔

محدثِ دکن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا — "یہ ایک نئے طرز کی کوشش ہے۔ جو اہل ذوق اور صاحب علم حضرات کے کام کی ثابت ہوگی۔

راس المفسرین حضرت محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے کہا "مولانا صحوی شاہؒ کا یہ علمی کارنامہ نہایت قابلِ قدر ہے قرآن کریم کی خدمت جس نئے انداز میں مولانا نے آغاز فرمائی ہے یہ ایک الہامی باکرامت خدمت ہے"

اب آپ کی مسندِ رشد و ہدایت پر الحاج مولانا غوثوی شاہ فائز ہیں اور ہند و بیرونِ ہند میں کافی مقبول ہیں ٹیلی ویژن پر کئی مرتبہ آپ کی تقاریر پیش کی جا چکی ہیں۔

مولانا غوثوی شاہ کی حسب ذیل کتابیں طالبانِ حق کے لئے مشعل راہ ہیں۔

★ رسول جہاںؐ ★ میزان الطریقت ★ اسرار الوجود ★ عظمت مدینہ

★ دیارین ★ کتاب سلوک ★ فضائلِ کلمہ طیبہ ★ فیوضاتِ کمال

★ تعلیمات صحویہ ★ تذکرۂ نعمانؒ ★ سرسری تعارف حضرت شیخ اکبرؒ

خلفاء یوں تو حضرت پیر صحوی شاہؒ کے اور بھی کئی خلفاء ہیں مگر یہاں چند بزرگوں کے نام دیئے جاتے ہیں

مولانا علی کبتری شاہؒ (پاکستان) مولانا محمد یونس شاہ ★ مولانا یٰسین شاہؒ (مدینہ منورہ) مولانا قلندری سلیمان صاحبؒ ★ مولانا فیضی شاہؒ (سنگاریڈی) ★ مولانا صفوی شاہؒ (بھونگیر) ★ مولانا شاہ عبدالستار ★ مولانا شیخ محی الدینؒ (مچھلی پٹنم) مولانا شیخ داؤد شاہ ★ مولانا جلالی شاہ ★ مولانا خواجہ حسن الدین ★ مولانا بی حسینی پیراں (بنگلور)

★ مولانا شاہ محمد غوث ★ مولانا شاہ محمد اعظم ★ مولانا سروری شاہ

★ مولانا شاہد علی شاہ بمبئی ★ مولانا شاہ غوث محی الدین ۔

★ مولانا حکیم میر محمود علی شاہ ★ مولانا غوث خاں صاحب (ظہیر آباد)

فیوض آپ کے ہر سو عیاں ہیں صحوی شاہؒ
غلام آپ کے بیر و جواں ہیں صحوی شاہؒ

”گلکدۂ خیال“ کا ایک اور ورق

مصنفۂ مولانا غوثوی شاہ ساجد

یہ کون میرے تن و جان و دل پہ چھایا ہے
یہ کس کے جلوۂ رنگین نے ہوش اڑایا ہے
بہار و کیف کی دنیا نثار سب اس پر
برائے سیر وہ گلشن میں سج کے آیا ہے
سراپا شعر، مجسّم شراب، حسن تمام
کچھ اس ادا سے وہ میرے مقابل آیا ہے
بتاؤں کیا کہ جو گذرے ہے اس بنا مجھ پر
نہ شب سکون سے گذری نہ چین آیا ہے
طلوعِ مہر بھی ہے ماند آگے اس رخ کے
شکست کھا کے اندھیروں نے سر چھپایا ہے
مجھے مجال کہاں بود کی تھی اے ساجد
بس ایک ہستی ہی کا نقش ابھر کے آیا ہے

گلکدۂ خیال

مصنفہ مولانا مولوی شاہ المتخلص بہ ساجدؔ

دُعاء (بچوں کے لئے)

میرے اللہ مجھے راہ بتا دے ایسی — جس پہ چلنے سے عطا مجھکو رضا ہو تیری

ہو امیرا کام تیری دل سے عبادت کرنا — تیرے محبوب جو ہیں ان کی اطاعت کرنا

اپنے ہمسایہ جو ہیں اُن سے محبت کرنا — نیک انسان جو ہیں انکی بھی خدمت کرنا

ہم وطن جو ہیں میرے اُن سے مجھے ہو الفت — میرے اللہ مجھے ایسی ہی عطا کر خصلت

کوئی محروم نہیں ہے تیری رحمت سے کبھی — تیرے بندے تیرے محتاج ہیں سبھی

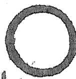
جتنے ہیں وصف تیرے ساتھ باقی ہیں نام تیرے — اور انہی ناموں سے وابستہ ہیں سب کام تیرے

ایشور کوئی کہے کوئی تجھے گاڈ کہے — کوئی یزداں کوئی بھگوان تیرا نام جپے

رب پکارے ہے کوئی اور خدا کوئی تجھے — کوئی حق حق تجھے بولے تو کوئی آدم کہے

کوئی بھولا ہے نہ بھولے گا زمانے میں تجھے — سب ہی انسان ہیں مصروف منانے میں تجھے

یاد گھر میں تیری ہر سجدہ میرا نذرانہ
میرے مولا کبھی ساجد پہ کرم فرمانہ



السلام اے سرورِ کلّ انبیاء — السلام اے تاجدارِ اصفیا

السلام اے جانِ جملہ اولیاء — السلام اے قلب و روحِ اتقیا

السلام اے ذاتِ پاکِ مصطفےٰ — نامِ تو طاسین و میم مجتبےٰ

السلام اے منبعِ جود و سخا — السلام اے مصدرِ بذل و عطا

السلام اے نشائے حق پُر ملا — السلام اے صاحبِ اسرارِ ہا

السلام اے یاورِ روزِ جزا — السلام اے شافعِ محشر بپا

السلام اے نقطۂ آغازِ ما — السلام اے دینِ ما ایمانِ ما

السلام اے مسکن و ملجائے ما — السلام اے امن و ما وائے ما

السلام اے جانِ جملہ جانہا — پرتو شد از لامکاں صلّ علیٰ

السلام اے والئ شاہ و گدا — بے نوایاں رازِ تو امید ہا

السلام اے ساکنِ چشمِ خدا — آستانت برتر از عرشِ علیٰ

السلام اے دیدِ جانِ جبرائیل — سدرہ آش شد مفتخر از نقشِ پا

السلام اے صادق الوعد الامین — السلام اے صاحبِ قول و وفا

السلام اے مطرحِ آیاتِ حق — السلام اے مرکزِ نور و ضیاء

السلام اے باعثِ تخلیقِ کل — السلام اے وجہِ بنیادِ ہمہ

السلام اے ساقئ کوثر بہ جام — السلام اے قاسمِ انعامہا

السلام اے ماحئ کفر و ضلال — السلام اے حامئ دینِ ہدیٰ

السلام اے شاہِ شاہانِ زماں — السلام اے خواجۂ ہر دو سرا

السلام اے رحمۃ للعالمین — السلام اے مظہرِ ذاتِ خدا

از جبینِ شرمسارِ او بگیر — سجدہ صحوی بحقِ کبریا